سیرۃ النبیؐ
از قرآن
مصنف: استاد محسن قرائتی
مترجم : محمد علی ترمذی
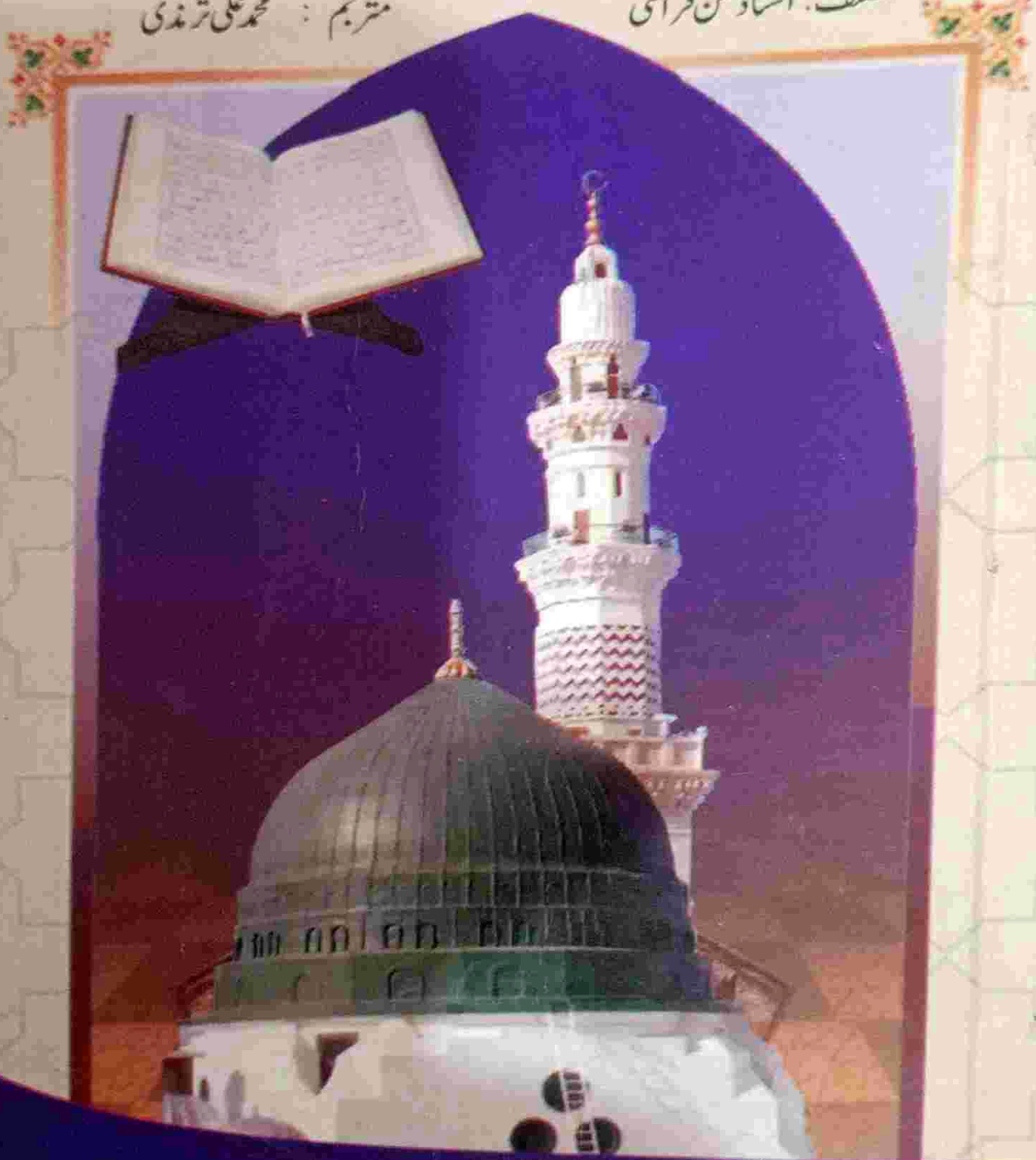
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت النبیؐ

از

قرآن مجید

استاد محسن قرائتی

کتاب کا نام: سیرہ النبیؐ از قرآن

مصنف: استاد محسن قرائتی

مترجم: سید محمد علی ترمذی

کمپوزنگ: سید حیدر نقوی

سال اشاعت: 2008

صاحب امتیاز: خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، لاہور

تعداد: 1000

قیمت: 100 روپے

ناشر: انتشارات بین المللی الہدیٰ، ادارہ البیان، لاہور، پاکستان

فون: 0300-4982565

ISBN:978-964-439-284-9

البیان

ادارہ البیان، لاہور پاکستان

موبائل: 0300-4982565

(انتساب)

ان شہداء کے نام جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق میں جہاد و شہادت کے میدان میں جلوہ گر ہوئے اور پرچم حق کو سر بلند رکھا

فہرست

- مقدمہ ۷
- نمونہ عمل کی ضرورت ۱۵
- پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجسم ہیں ۱۸
- پیغمبرؐ اسلام پر خصوصی عنایت ۱۸
- پیغمبرؐ اسلام کی ایک جھلک ۱۹
- پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کے ساتھ ۳۰
- قرآن مجید میں پیغمبرؐ اسلام کی جھلک ۳۵
- پیغمبرؐ اسلام کی ذمہ داریاں ۳۸
- پیغمبرؐ اسلام کی سیرت میں سادگی کا معیار ۴۲
- سیرت ساز فرامین ۴۴
- پیغمبرؐ کی عبادت ۴۴
- دلسوز اور مہربان ۴۵
- لوگوں سے مشورہ ۴۹
- دوستوں کے ساتھ ہمقدم ۵۰
- وفائے پیغمبرؐ ۵۱
- لوگوں کے ساتھ پیغمبرؐ کی صداقت ۵۱

- مبارزے میں پیشقدمی ۵۲
- پیغمبرؐ کی قاطعیت ۵۳
- پیغمبرؐ اور ازواج کی تعداد ۵۵
- پیغمبرؐ شوہر کی حیثیت سے ۶۰
- پیغمبرؐ اور گھریلو امور ۶۲
- بچوں کے ساتھ برتاؤ ۶۹
- پیغمبرؐ کی مہمان نوازی ۷۲
- پیغمبرؐ اور صفائی ۷۳
- پیغمبرؐ اور جوان ۷۳
- پیغمبرؐ کی دیگر صفات ۷۶
- پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادی سیرت ۸۰
- نماز شب ۸۱
- پیغمبرؐ کی انفرادی سیرت ۸۴
- خود کو عام انسان ظاہر کرتے تھے ۹۴
- پیغمبرؐ کی تبلیغی سیرت ۹۷
- پیغمبرؐ کی عملی سیرت ۱۰۲
- دفاعی نظام کی تقویت میں پیغمبرؐ کی سیرت ۱۰۹
- پیغمبرؐ اور مجاہدین ۱۱۲
- دشمن کو امن وامان کی فراہمی ۱۱۳

- صلح کے موقع پر سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۱۵
- پیغمبرؐ اسلام کی انتظامی سیرت ۱۱۷
- اسیروں کے ساتھ پیغمبرؐ کا برتاؤ ۱۲۲
- مسلمانوں کا اسیر ہونا ۱۲۴
- پیغمبر اکرمؐ کا اسیروں سے برتاؤ ۱۲۵
- اسیروں سے گفتگو کا انداز؟ ۱۲۵
- مخالفین کے ساتھ پیغمبرؐ کی سیرت ۱۲۶
- مشرکین کے ساتھ پیغمبرؐ کی سیرت ۱۳۵
- منافقین سے رویہ ۱۳۷
- عام کفار سے رویہ ۱۳۸
- شریر لوگوں کے ساتھ پیغمبرؐ کا رویہ ۱۴۰
- پریشانی کی حالت میں پیغمبرؐ کو اللہ تعالیٰ کی تسلی ۱۴۹
- بائیکاٹ یا علیحدگی کا اظہار ۱۵۴
- پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کارنامہ ۱۵۹
- پیغمبرؐ کی نسل دوسروں کے لیے نمونہ ہے ۱۶۰
- ہماری ذمہ داری ۱۶۳
- شخصیت پیغمبرؐ کا ادب ۱۶۶
- پیغمبرؐ کی کائناتی رسالت ۱۶۹
- رحلت کے بعد پیغمبرؐ کی مدیریت ۱۷۲

مقدمہ

اس سال کو حضرت آیت اللہ خامنہ ای رہبر معظم اسلامی جمہوریہ ایران نے سال ''اتحاد ملی وانسجام اسلامی'' کا سال قرار دیا۔ بہار کے اس موسم میں ربیع الاول کا مہینہ جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہے اور ''ہفتہ وحدت'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے اس کتاب ''سیرت پیغمبر قرآن مجید کی نظر میں'' کا ترجمہ شائع کرنے کی توفیق بخشی جس کے مصنف محترم دانشور استاد محسن قرائتی ہیں۔

سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ جو صلح، دوستی اور سب خوبیوں کے پیغمبر ہیں ان کی پیروی اور اطاعت ابدی سعادت کا راستہ ہے جو انسان کے لیے عدل وانصاف اور خوشبختی کی علامت ہے اور ہر مسلمان کے لیے باعث افتخار ہے۔

دین مبین کی شناخت اور ادراک کے اہم ترین منابع میں سے اولیا اور اسلام کے پیشواؤں بالخصوص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور آئمہ معصومین کی سیرت اور روش زندگی ہے۔

سورہ احزاب آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد رب العزت ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

یقیناً پیغمبر تمہارے لیے ایک شایستہ پیشوا ہے، ان کے لیے جو خدا اور روز آخرت کے امیدوار ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں۔

اس میں تردید کی کوئی گنجائش نہیں کہ انسان کو سعادت اور تکامل کا راستہ طے کرنے کے لیے نمونہ عمل کی ضرورت ہے، مسلمانان اور دنیا کے آزاد لوگوں کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہتر کسی نمونے کا وجود نہیں ملے گا۔

سورہ توبہ کی آیت ۱۲۸ میں اللہ تعالی نے سیرت طیبہ اور پیغمبر اسلام کی زندگی اور اعلی اقدار کے بارے میں فرمایا

لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم با لمؤمنین رَءُ وُ فٌ رَّحِيْمٌ

یقیناً تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے اور وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے اور مومنین کے حال پر شفیق اور مہربان ہے۔

کسی کی پریشانی، درد اور بیماری ایک لحاظ سے اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو اسے آزردہ خاطر اور ناراحت کر دیتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہو

تا کہ مصیبت کا شکار انسان کسی کی مدد اور فریادرس کی تلاش میں ہوتا ہے، عام اور خونسرد لوگ اس موقع پر کہتے ہیں کہ یہ آپ کی مشکل ہے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن مکتب انبیاء بالخصوص حضرت خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ بزرگوار کی سیرت طیبہ ایسی نہ تھی، بلکہ دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکلات تصور کرتے تھے۔ دوسروں کے درد و رنج کو برداشت کرنا آپ کے دل پاک اور قلب مقدس پر بہت سنگین تھا۔ پیغمبر اکرم معاشرے کی ہدایت کی خاطر بے آرام رہتے تھے۔ دن اور رات کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

اس مقدس ہدف کی خاطر اپنا آرام و آسائش قربان کر رہا تھا اور اللہ تعالی اس آیت کریمہ کے آخر پر رسول اکرم کی ان دو صفات جو کہ خود ذات لایزال کی صفات ہیں کے ساتھ تعریف کی ہے، وہ اہل ایمان کے ساتھ بہت مہربان تھے جس طرح اللہ تعالی رؤف و رحیم ہے، پیغمبر اسلام بھی مومنین کی نسبت رؤف و رحیم تھے۔

سورہ انبیا کی آیت ۱۰۷ میں ارشاد رب العزت ہے

و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین

اور ہم نے آپ کو عالمین کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے پیغمبر اعظم لوگوں کے لیے سراپا رحمت تھے، ان کا لطف و عنایت سب کے شامل حال ہوتی ہے، اور لوگ

ان کی رحمت وانعام کے سائے میں رفاہ اور راحت اور رفاہ میں امن وامان کا احساس کرتے تھے، حتیٰ رسول خدا کی رحمت ونعمت فقط انسان کے ساتھ مختص نہ تھی بلکہ اس میں تمام ذی روح اور جاندار شامل تھے۔ حیوانات اور دنیا کی تمام موجودات اس عظیم و بزرگ رحمت سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

دنیا میں موجودہ صورتحال کے لحاظ سے دشمنان اسلام وقرآن جو کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ایجاد کرنے کے درپے ہیں، شیطانوں کے یہ مزدور جمہوریت اور آزادی بیان کے نام پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ہستی کی کارٹونوں کے ذریعے سخت توہین کرتے ہیں اور آزادی کے مدافع اور حقوق بشر کے دعویدار پیغمبر اسلام کے دفاع میں کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ اس توہین آمیز کاروائی پر تنقید تک نہ کی، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اتحاد و وحدت اور ایک کلمہ پر اتفاق کرنے کی ضرورت کو درک کریں۔

سب مواحدوں، خداپرستوں دنیا کے آزاد مردوں کے کلمہ وحدت کا محور کلمہ توحید ہے جو اسلامی آئین قرآنی ثقافت کا بنیادی اصول ہے، اسی لیے قرآن مجید نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ اور تربیتی اہداف میں سے خصومت و دشمنی کی بجائے تالیف قلوب اور محبت دانس کو بیان کیا ہے۔

اگر کوئی تاریخ پر عبرت انگیز نظر کے ساتھ مطالعہ کرے تو وہ اس معنی کو

شاہکار رسالت محمدی کے طور پر پائے گا۔

''دنیائے اسلام کی وحدت''

رہبر کبیر انقلاب اسلامی ایران امام خمینی کا دیرینہ خواب تھا اسی لیے وہ ''روز قدس'' کو سمبل وحدت کے عنوان سے دنیائے اسلام کو انقلابی اور ضد استعماری پیغام دیا، پوری دنیا میں آپ کے اس پروگرام پر عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اور اسی طرح میلاد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول سے ۱۷ ربیع الاول تک ہفتہ وحدت کے نام سے منانے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔

حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے پیغمبر رحمت کے میلاد با سعادت اور ہفتہ وحدت کے موقع پر فرمایا'' کہ اگر آج انسانیت، وجود اسلام، تعلیمات پیغمبر کی رحمت کو جان لے، اور اس وحدت کے پر جوش سرچشمے کو پائے اور خود کو اس سے سیراب کرلے، تو انسانیت کی بڑی بڑی مشکلات برطرف ہوسکتی ہیں۔

اگرچہ آج بھی دنیا میں موجود تمدن بھی بغیر کسی شک کے اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہوئے ہیں اور بغیر کسی تردید کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو صفات، اور اچھی روشیں یا اعلی مفاہیم انسانیت میں نظر آتے ہیں وہ ادیان الٰہی اور تعلیمات انبیاء اور آسمانی وحی کی بدولت ہیں اور اس کا عظیم حصہ اسلام سے متعلق ہے لیکن آج کا انسان معنویت، پاک دلی، روشن اور مبنی برحق معارف اور اسلام (ہر با

انصاف دل ان معارف کو سمجھتا اور قبول کرتا ہے) کا محتاج ہے اس لیے دنیا میں دعوت اسلامی کے طرفدار پیدا ہو رہے ہیں اور بہت سے غیر مسلم بھی اس اسلامی دعوت کو قبول کر چکے ہیں۔

موجودہ کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور زندگی کے مختلف مراحل گھر میں یا اسلامی معاشرہ میں گزرے ایام کو قرآن مجید کی نورانی آیات کی روشنی میں بیان کیا جائے، جو کہ ایک نئی اور مؤثر کوشش ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ایک مسلمان کی زندگی کی اصلاح اور کردار بلکہ خصوصی اور اجتماعی زندگی پر بڑے گہرے اثرات مرتب کرے گا۔

یہ بات مدنظر رہے کہ کلمات کے وسیلے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو متعارف نہیں کروایا جا سکتا۔ نہ ہی ان کی زندگی اور سیرت کو شناخت کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو الفاظ ہم زندگی کے لین دین میں استعمال کرتے ہیں ان کے معانی سادہ اور سطحی زندگی کے لیے اور ایک حد تک اعلی معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں لیکن فوق العادہ معانی کے لیے یہ ناچیز کلمات ظرفیت نہیں رکھتے۔

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر غور کیا جائے تو درگزر کرنا، محبت، شجاعت، انصاف، ایثار اور ان کی زندگی کے بے شمار فضائل کو کلمات کے ذریعہ بیان کرنا ممکن نہ ہوگا، کیونکہ بیجان

کلمات سنگین معانی کی تاب نہیں رکھتے کہ اس عظیم انسان کی تاریخ بیان کریں۔

لہذا بہترین انداز قرآنی آیات اور کلام وحی کی مناسبت سے بیان کرنا ہے۔

آخر پر ہم مترجم کتاب محمد علی ترمذی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔اور یہ آرزو کرتے ہیں کہ اس قابل اہمیت کتاب کا مطالعہ ہمیں پیغمبر رحمت کی شناخت کے ساتھ ان کے اور قریب کرے گا اور اللہ تعالی کے فرامین اور قرآن مجید پر عمل کی توفیق حاصل ہوگی۔

عبدالرضا عباسی

سرپرست خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران لاہور

سیرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کی نظر میں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

یقیناً رسول خدا آپ کے لیے ایک بہترین کامل نمونہ ہیں ہر اس شخص کے لیے جو روز قیامت اللہ اور اس کے اجر کی امید رکھتا ہے۔

(سورہ احزاب، آیت۔۲۱)

نمونہ عمل کی ضرورت:

﴿ تربیت کے لیے کسی کامیاب نمونے کا تعارف کروانا بہترین روش ہے۔

﴿ کلیات اور تھیوری کو نمونہ عمل روح اور زندگی عطا کر دیتا ہے۔

﴿ لوگوں کو برائی کی طرف جانے سے ایک اچھا نمونہ روک لیتا ہے۔

﴿ اچھا نمونہ، خود عملی تبلیغ ہے۔

آئمہ معصومینؑ، خاص طور پر امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کی مجالس کا فلسفہ اور دلیل یہ ہے کہ ایمان اور استقامت کا یہ نمونہ تاریخ میں سرفراز رہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے پیغمبروں کو یہ دستور دیا کہ انسانیت کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل کا تعارف کروا دیں تاکہ اس نمونہ عمل کو کوئی فراموش نہ کر سکے ایک آیت میں فرمایا: ﴿**واذکر فی الکتاب ابراھیم**﴾ ابراہیم کی یاد کو باقی رکھنا، ایک اور آیت میں فرمایا: ﴿**واذکر فی الکتاب مریم**﴾ مریم کی یاد کو باقی رکھنا۔

تصوراتی اور ذہنی مطالب یا شاید ناممکن چیزوں کو ایک نمونہ کی صورت میں پیش کرنے سے مجسم کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید نے پیغمبر اسلام کو نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

بیشک تمہارے لیے (سیرت) رسولؐ خدا نمونہ اور نیک آغاز ہے۔ (البتہ) ان کے لیے جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کو بہت پکارتے ہیں۔

اگرچہ یہ آیت جنگ احزاب کی آیات کے درمیان ذکر ہوئی ہے مگر ایک پیغمبر کو نمونہ عمل قرار دینا فقط حالت جنگ کے لیے منحصر نہیں بلکہ آنحضرتؐ کو زندگی کے ہر میدان میں بہترین نمونہ بنایا جاسکتا ہے۔

چند نکات پر توجہ فرمائیں:

ا۔ آیت کا آغاز کلمہ ﴿لقد﴾ سے ہوتا ہے جس میں 'لام' بھی حتماً کے معنی دیتا ہے اور حرف 'قد' بھی یعنی کہ پیغمبرؐ اکرم آپ کے لیے قطعاً اور حتماً نمونہ ہیں اور ان کے نمونہ ہونے پر ہرگز شک نہ کریں۔

۲۔ ﴿کان﴾ نبوت اور دوام کا معنی لیے ہوئے ہے یعنی پیغمبر کا نمونہ عمل ہونا' ہر نسل کے لیے ہر زمانے کے لیے ہے۔

۳۔ رسول اللہ اسوہ ہیں کہنے کے بجائے یہ کہا گیا کہ رسول اللہ میں اسوہ ہے۔ ﴿فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ یعنی تم

رسول اللہ کی مانند نہیں بن سکتے لیکن ان کے کردار' گفتار اور اخلاق کو اپنے لیے نمونہ عمل بنا سکتے ہو۔

۴۔ کلمہ ﴿اسوۃ﴾ دوسروں کی پیروی اور اتباع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں یہ کلمہ دو عظیم الشان پیغمبروں کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔

ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اور دوسری بار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں' دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو شرک اور مشرکین سے دوری اختیار کرنے میں نمونہ عمل قرار دیا گیا ہے جبکہ پیغمبر اسلامؐ کو تمام امور میں نمونہ عمل بنانے کا دستور دیا ہے۔

اپنے سے کمزور کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آنا' لوگوں کا کھلے دل سے استقبال کرنا' مشورہ کرنا' خلوص' سادہ زندگی اختیار کرنا' حصول علم کا شوق پیدا کرنا' عبادت' گفتار و عمل میں مساوات رکھنا گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنا' بچوں سے محبت کرنا وغیرہ۔

اسی طرح جنگ احزاب میں پیغمبر اسلام کمانڈرز کے لیے نمونہ عمل ہیں' لشکر کو ہدایت دینا' امید دلانا' خندق کھودنا' مزاح کرنا' جوش و جذبے والے اشعار پڑھنا' دوران جنگ دشمن کے نزدیک ہونا اور ثابت قدمی دکھانا' حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دوران جنگ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ حاصل کرتے جبکہ

آنحضرتؐ سب سے زیادہ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

﴿اتّقینا برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فلم یکن منّا اقرب الی العدوّ منہ﴾(۱)

اسی آیت میں ذکر ہوا کہ ایسے لوگ پیغمبرؐ اکرم کو نمونہ عمل قرار دیں جن کا دل ایمان اور یاد خدا سے سرشار ہو۔ ﴿لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجسم ہیں:

سیرت نگاروں نے تاریخ سے اور کچھ نے اہل بیت علیہم السلام کی روایات سے سیرت پیغمبرؐ کو نقل کیا ہے اور آج تو ایسے سافٹ ویئر آچکے ہیں کہ آپ ﴿کان رسول اللہ﴾ کی عبارت کے ساتھ ہی سیرت پیغمبرؐ کے تمام پہلو جان سکتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس طرح اس سیرت کے لکھنے کا طریقہ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ سیرت پیغمبرؐ کو آیات قرآنی میں سے اخذ کیا جائے۔

قرآن مجید کے ذریعے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا خصوصی عنایات تھیں اور آپ نے کس طرح زندگی گزاری؟

پیغمبر اسلام پر خصوصی عنایات:

☆اللہ تعالیٰ نے انہیں یتیمی میں پناہ دی۔ ﴿اَلَمْ يَجِدْكَ

يَتِيْمًا فَاٰوٰى﴾(۲)

☆انہیں پریشانی اور حیرت سے نجات دی۔ ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ (۳)

☆انہیں فقر سے نجات دی ﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾(۴)

☆ان کا روحانی دباؤ برطرف کردیا ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾(۱-۴)

☆کمر شکن، اجتماعی بوجھ ختم کردیا ﴿وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ (۵)

☆اگر ایسا وقت بھی آیا کہ انہیں ہجرت کرنا پڑی، اپنا وطن ترک کرنا پڑا تو ایسا وقت بھی آیا کہ باعزت طریقے سے انہوں نے مکہ فتح کرلیا اور اپنے وطن پلٹ آئے۔

اگر ایسا بھی ہوا کہ آپ کی بات کسی نے نہ سنی اس کے عوض ایسا دن بھی دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ حلقہ بہ گوش اسلام میں ہونے لگے ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (۶)

پیغمبر اسلامؐ کی ایک جھلک:

☆پیغمبر اسلامؐ کا وجود انسانیت پر ایک احسان ہے ﴿مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(۷)

☆وہ اس کائنات کے لیے باعث رحمت ہیں ﴿رَحْمَةً

لِلْعَالَمِیْنَ﴾(۸)

☆نسل انسانی کے لیے وہ ہمیشہ کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ ﴿فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ (۹)

☆وہ تمام انبیا پر گواہ اور شاہد ہیں۔ ﴿جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا﴾ (۱۰)

☆اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کے لیے دو اوصاف کا ذکر کیا ہے جو الٰہی اوصاف ہیں رأفت و رحمت۔ ﴿رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (۱۱)

☆ اگر اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم اٹھائی ہے تو اس لیے کہ وہاں پیغمبر اسلامؐ رہتے ہیں۔ ﴿لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ﴾(۱۲)

☆ ہم ایک لمحہ کے لیے درود بھیجتے ہیں جبکہ کائنات کا مالک اور معصوم فرشتے ہمیشہ سے پیغمبر اکرمؐ کی ذات پر درود بھیجتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ﴾ (۱۳)

☆اللہ تعالیٰ اس دنیا کو متاع قلیل شمار کرتا ہے۔ ﴿مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ﴾ (۱۴) جبکہ خلق پیغمبر کو عظیم قرار دیتا ہے۔(اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾(۱۵)

☆ ہم فراموشی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ اس نے جو بھی اپنے پیغمبرؐ پر نازل کیا اسے وہ فراموش نہیں کر سکیں گے۔ ﴿سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی﴾ (۱۶)

☆ کبھی ایک ہی آیت میں پیغمبر اکرمؐ کے کمالات کا پے در پے ذکر ہوا ہے۔ ﴿شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (۱۷)

☆ اللہ تعالیٰ کی مقدس ہستی کے نزدیک ترین فرد ہونے کا اعزاز پیغمبر اکرمؐ کو حاصل رہا فقط ان کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی﴾ (۱۸) یعنی نزدیک تر اور نزدیک ہو گیا۔

☆ گفتار کے لحاظ سے پیغمبر اکرمؐ معصوم ہیں اور وہ اپنی ہوا و ہوس کی بنیاد پر بات نہیں کرتے۔ ﴿مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی﴾ (۱۹)

نگاہ کے لحاظ سے معصوم ہیں اور ان کی نگاہ میں انحراف نہیں۔ (مَازَاغَ الْبَصَرُ﴾ (۲۰)

وہ معصوم قلب و روح کے مالک ہیں اور کبھی معصیت کا شکار نہیں ہوئے۔ ﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی﴾ (۲۱)

☆ قرآن مجید میں بار ہا پیغمبر اکرمؐ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذکر ہوا ہے چند مثالوں پر توجہ کیجیے:

عزت اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ ﴿وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَ لِرَسُوْلِہٖ﴾ (۲۲)

اللہ اور رسول اکرمؐ کی اطاعت کیجیے۔ ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (۲۳)

اللہ اور رسول اکرمؐ کی دعوت کا جواب دیجیے۔ ﴿اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ

وَ لِلرَّسُوْلِ﴾ (۲۴)

اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کیجئے۔﴿یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾ (۲۵)

اللہ اور رسول اکرم کو اذیت دینے اور ان کی (بارگاہ میں) معصیت کرنے سے اجتناب کریں۔﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾ (۲۶)﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾ (۲۷)

☆کلمہ ﴿ربّ﴾ پروردگار کے معنی میں سینکڑوں مرتبہ قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے اور ہر بار کسی چیز سے نسبت دی گئی ہے جیسے ﴿ربّ الناس﴾ یعنی انسانوں کے رب اور ﴿ربّ العالمین﴾ یعنی جہانوں کے رب لیکن کلمہ ﴿ربّک﴾ سے پیغمبر اسلامؐ کو مخاطب کیا ہے اور یہ کلمہ دو سو سے زیادہ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ یعنی پیغمبر اکرمؐ کی شخصیت پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا میں نے بیت المقدس کو کعبہ سے بدل دیا تاکہ آپؐ راضی ہو جاؤ۔ (تاکہ یہودی یہ نہ کہیں کہ آپ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔)﴿قِبْلَۃً تَرْضٰھَا﴾ (۲۸)

آئندہ آپ کو اتنا عطا کروں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ (۲۹)

آپؐ کو کوثر عطا کر دیا۔﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾ (۳۰)

آپ کو لوگوں کے شر سے بچایا۔ ﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۳۱)

میں (اللہ) آپؐ کی مختلف حالتوں سے آگاہ ہوں۔﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾ (۳۲)﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ (۱-۳۲)

آپؐ کی اس ناراحتی سے بھی آگاہ ہوں جب آپ کو مخالفین کی ناروا باتیں سننا پڑتی ہیں۔﴿لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ﴾ (۳۳)

میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپؐ کی اہلبیت کو ہر قسم کی پلید اور آلودگی سے پاک رکھوں۔﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ﴾ (۳۴)

آپؐ کو عالمین کے لیے مایۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (۳۵)

☆جہاں پر بھی مخالفین کسی طرح پیغمبر اکرمؐ کو ضعف پہنچاتے تو اللہ تعالیٰ ان کا دفاع کرتا۔

وہ کہتے تھے: ﴿یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ﴾ (۳۶) یہ مطالب انہیں کوئی سکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ﴿عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی﴾ (۳۷)

انہیں وحی قوی اور قدرت مند ہستی نے سکھایا۔

جب وہ کہتے کہ پیغمبر اکرمؐ شاعر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ﴾ (۳۸) ہم نے انہیں شعر نہیں سکھائے۔

جب انہوں نے جنون سے نسبت دی تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ (۳۹) آپ اللہ تعالیٰ
کی نعمت کے سائے میں مجنون نہیں ہیں۔

جہاں پر ساحر اور کاھن ہونے کی نسبت دی تو اللہ تعالیٰ ان نسبتوں کو شدت سے رد کردیا اور جہاں پر وہ پیغمبر اکرمؐ کی شان میں تہمت لگاتے یا جسارت کرتے تو اللہ تعالیٰ بڑی قاطعیت سے انہیں رد کردیتا۔

☆ پیغمبرؐ قرآن مجسم ہیں اس کلام کو شیعہ وسنی اور زوجہ پیغمبرؐ نے نقل کیا ہے۔ ﴿کان خلقه القرآن﴾ (۴۰)

اب ہم اس حقیقت کو آیات قرآن اور کلمات پیغمبرؐ سے مدد لیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

روز قیامت قرآن مجید شفاعت کرے گا ﴿نعم الشفيع القرآن لصاحبه يوم القيامة﴾ (۴۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اولین شفاعت کرنے والا میں ہوں۔
﴿انا اوّل شافع﴾ (۴۲)

قرآن مجید پورے جہاں کو خبردار کرتا ہے۔ ﴿للعالمين نذيرًا﴾ (۴۳) اور پیغمبر بھی ﴿نذيراً للعالمين﴾ (۴۴)

قرآن مجید خیر خواہ ہے۔ ﴿هو الناصح﴾ (۴۵) اور پیغمبر اکرمؐ بھی ﴿فبالغ فی النصيحة﴾ (۴۶)

قرآن مجید نصیحت ہے۔ ﴿مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (۴۷)
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لوگوں کو نصیحت کی دعوت دیتے ہیں۔ ﴿والموعظة الحسنة﴾ (۴۸)

قرآن مجید لوگوں کو بہترین انداز میں اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ﴿يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (۴۹) حضرت علی علیہ السلام نے بھی پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں فرمایا کہ پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کیجئے کیونکہ یہ ہدایت کے بہترین طریقے ہیں۔ ﴿واقتدوا بهدی نبيكم فانه افضل الهدىٰ و استنّوا بسنّته فانّه اهدى السنن﴾ (۵۰)

قرآن مجید کو دیکھنا عبادت ہے۔ ﴿النظر فی المصحف عبادة﴾ (۵۱) پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میری طرف دیکھنا عبادت ہے۔
(النظر الیّ عبادة) (۵۲)

قرآن مجید وسیلہ ہے تاکہ لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف ہدایت دے۔ ﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ (۵۳) پیغمبر اکرم بھی اسی لیے مبعوث ہوئے تاکہ لوگوں کو بتوں کی عبادت سے اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف رہنمائی کریں۔ (۵۴)

قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ ﴿هٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (۵۵) اس طرح پیغمبر

اکرمؐ کے فرامین کی پیروی کرنا بھی لازمی ہے ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (۵۶)

قرآن مجید کتاب رحمت ہے۔ ﴿نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (۵۷) پیغمبر اکرمؐ کی ہستی بھی رحمت ہیں۔ ﴿مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (۵۸)

قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور پیغمبر اکرمؐ پر درود بھیجنے کی تاکید کی گئی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اکثروا ...... تلاوة القرآن و الصلاة علی النبیؐ﴾ (۵۹)

قرآن مجید نور ہے ﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (۶۰)

پیغمبر اکرمؐ بھی نور ہیں۔ ﴿السلام علیک یا نور اللّٰه﴾ (۶۱)

قرآن مجید بیان ہے۔ ﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾ (۶۲) کلام پیغمبر اکرمؐ کا کلام بھی بیان ہے۔ ﴿کلامه بیان﴾ (۶۳)

قرآن مجید مبارک ہے ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾ (۶۴) ذات پیغمبر اکرمؐ بھی مبارک ہے۔ ﴿فصلّ علی محمّدؐ...... مفتاح البرکة﴾ (۶۵)

قرآن مجید پرچم نجات ہے۔ ﴿علم نجاة﴾ (۶۶) پیغمبر اکرمؐ بھی پرچم نجات ہیں۔ ﴿علماً لدلالة علیک﴾ (۶۷)

قرآن مجید کو کریم کا لقب دیا گیا ہے ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ (۶۸) پیغمبر اکرمؐ بھی کرامت (Greatness) کی کان ہیں۔ ﴿تنشأ فی معادن الکرامة﴾ (۶۹)

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیمات اور محمدؐ و آل محمدؑ کی معرفت اور اطاعت سے آشنا کریں۔ ﴿ادّبوا اولادکم علی ثلاثة خصال: حبّ نبیّکم و حبّ اهل بیته و قرائة القرآن﴾ (۷۰)

قرآن مجید سراسر یقین ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ (۷۱)

رسولؐ خدا نے اس قدر مخلصانہ عبادت کی کہ وہ یقین کے درجے تک جا پہنچے۔ ﴿و عبدت اللّٰه مخلصاً حتی اتاک الیقین﴾ (۷۲)

قرآن مجید شفا ہے۔ ﴿وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ (۷۳) تو پیغمبر اکرمؐ بھی طبیب ہیں ﴿طبیب دوّار بطبّه﴾ (۷۴)

قرآن مجید کی ایک صفت روشن کرنے والا ہے۔ ﴿وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۷۵) یہی صفت پیغمبر اکرمؐ کے لیے بھی ہے۔ ﴿قُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ﴾ (۷۶)

قرآن مجید عزیز ہے۔ ﴿لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ﴾ (۷۷) پیغمبر اکرمؐ بھی مایہ عزت ہیں ﴿اعزّ به الذلّة﴾ (۷۸)

قرآن مجید لوگوں کو ترقی اور رشد کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

﴿یَهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ﴾ (۷۹) پیغمبر اکرم بھی لوگوں کو رشد (DEVELOPMENT) کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

﴿وهدى الى الرشد﴾ (۸۰)

قرآن مجید آسمانی کتب کے اصولوں کا محافظ ہے۔ ﴿مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (۸۱) پیغمبر اکرم بھی گزشتہ تمام انبیاء کے محافظ ہیں۔

﴿مهيمناً على المرسلين﴾ (۸۱-۱)

قرآن مجید امام (Leader) ہے۔ ﴿عليكم بالقرآن فاتخذوه اماماً﴾ (۸۲) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی امام ہیں۔ ﴿و انا ...... امام المتقين﴾ (۸۳)

جس دل میں قرآن مجید بس جائے گا اس پر عذاب الٰہی نازل نہیں ہوگا۔ ﴿لا يعذب الله قلباً وعى القرآن﴾ (۸۴) اس امت پر بھی عذاب الٰہی نازل نہیں ہوگا جس میں اس امت کا پیغمبر ہوگا۔ ﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ﴾ (۸۵)

نہ تو قرآن میں انحراف (کجروی) ہے۔ ﴿لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (۸۶) اور نہ ہی پیغمبر اکرمؐ میں کوئی انحراف ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (۸۷)

قرآن مجید بھی حرف آخر ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ (۸۸) اسی طرح کلام پیغمبر بھی حرف آخر ہے۔ ﴿كلامه

الفصل﴾ (۸۹)

یقیناً ایسا ہی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجسم ہیں۔ چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو آیۂ مباہلہ میں اپنی جان کہا ہے اس لیے وہ بھی قرآن مجسم ہیں۔ نیز اگر روایات میں یہ ملتا ہے کہ ولایت علیؑ کے بغیر نماز قبول نہیں تو اس پر تعجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آیۂ غدیر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کیا اور فرمایا: ولایت کی تبلیغ کے بغیر رسالت قبول نہیں۔ ﴿يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ...... وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (۹۰)

اے پیغمبرؐ جو آپؐ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا اسے بتا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا رسالت الٰہی کو انجام نہیں دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ رسالت پیغمبر بھی ولایت کے بغیر قبول نہیں۔

جس طرح کہ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق قرآن مجید ایسا دریا ہے جس کی گہرائی کسی کی دسترس میں نہیں، اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کی گہرائی کی شناخت ممکن نہیں، نہ فقط ان کی شناخت بلکہ آپؐ کی اہلبیت کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ ہم ان کی معرفت کی انتہا (End) تک نہیں پہنچ سکتے۔ ﴿لا ابلغ من المدح كنهكم﴾ اسی لیے جو بھی قرآن مجید و پیغمبرؐ اور آپؐ کی اہلبیت کے بارے میں بات کرتا ہے یا کچھ تحریر کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنے

علم کی مقدار کے مطابق ایسا کرتا ہے۔ جیسے کوئی اپنا برتن دریا میں ڈالے اور کچھ مقدار پانی حاصل کر کے کہہ دے کہ یہ دریا ہے! جبکہ دریا کسی برتن میں نہیں سماسکتا۔ یہ کتاب اور مقالات اسی برتن کی مانند ہیں لیکن کیا کریں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ خود کو ان کی معرفت و محبت اور اطاعت کا پیروکار بنائیں اور آنحضرتؐ کی سیرت کو سادہ طریقے سے بیان کریں البتہ یہاں سادہ سے مراد ست نہیں بلکہ آسان اور سہل ہے۔ کیونکہ سادے اور ست میں فرق ہے۔ قرآن سادہ طریقے سے بیان ہوا ہے۔ ﴿یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ﴾ (۹۱) لیکن یہ ہرگز ست (weak) نہیں بلکہ بہت زیادہ محکم اور پائیدار ہے۔
﴿اُحْکِمَتْ آیَاتُہٗ﴾ (۹۲) ﴿قَوْلًا سَدِیْدًا﴾ (۹۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کے ساتھ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر لکھتے ہوئے شرمندہ ہوں، کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف تو امیر المومنین علی علیہ السلام جیسی شخصیت کو زیب دیتی ہے۔ جس پیغمبرؐ کی توصیف خدا نے کی ہو، جس پیغمبرؐ کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر لے گیا ہو اور ملائکہ کے مقام کو ان کے قدموں سے بابرکت کیا ہو۔ ایسے پیغمبرؐ کو جسے آسمانی مرکب (سواری) ایک رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ لے گیا ہو۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ (۹۴)

ایسا پیغمبر جو ہمدردی کے لحاظ سے ایک دنیا کا مالک ہو اور کبھی تو ایک عام سے مسئلے میں اپنی ہمدردی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ انسان مبہوت رہ جاتا ہے، دوران وضو جب آپؐ نے دیکھا کہ ایک پیاسی بلی پانی کی طرف دیکھ رہی ہے، تو وضو کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور پانی بلی کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

دشمن کے سامنے پہاڑ کی مانند محکم اور دوست کے ساتھ پانی سے زیادہ نرم رویہ اپناتے ہیں۔ اپنے سخت ترین دشمن کو اپنا شخصی حق معاف کر دیتے ہیں، لیکن قوانین کے اجرا میں اتنی قاطعیت ظاہر کرتے ہیں کہ قسم اٹھا کر فرمایا: کہ اگر میرا قریبی بھی خلاف قانون عمل کرے تو تب بھی میں حدود الٰہی کا ادب کروں گا۔

جس دور میں پڑھے لکھے لوگ کم تھے تو فرمایا: ﴿طلب العلم فریضة علی کلّ مسلم و مسلمة﴾ (۹۵)

آج چودہ صدیاں گزر چکی ہیں لیکن علم کی اہمیت کے بارے میں اس سے بڑھ کر کوئی زریں اصول دیکھنے کو نہیں ملتا۔

اس دور میں جب کسی قبیلے کے ایک شخص کے قتل پر تمام قبیلہ خون کے بدلے کے لیے میدان میں آجاتا تھا اور اس قبیلے کے کئی بے گناہ افراد قتل ہو جاتے، جب بے رحمی انتہا پر تھی ایسے کڑے ماحول میں پیغمبر نے یہ لائحہ عمل دیا کہ اگر کوئی شخص کسی حیوان کو چاہے وہ اس پر مکہ کا سفر ہی کیوں نہ کر رہا ہو تکلیف دے گا تو اس شخص کی گواہی کا

اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ جس نے اپنے حیوان کو تھکا دیا' وہ قسی القلب ہے اور ایسے شخص کی گواہی قبول کرنا درست نہیں۔ ان دستورات میں جو ہمدردی جھلک رہی ہے وہ ایک مردہ ملت کے لیے راز حیات ہے۔ ﴿دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ (۹۶)

اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ ایسے ہی نہیں فرمایا کہ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۹۷) کہ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی درحقیقت اس نے میری اطاعت کی۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ (۹۸) وہ اپنی ہوا و ہوس کے بھروسے پر بات نہیں کرتا۔

﴿اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (۹۹) وہ راہ مستقیم پر ہیں۔

کیا ایک چھوٹی سی کتاب میں ان کے اخلاق کو بیان کیا جاسکتا ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو: ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (۱۰۰) آپؐ اخلاق عظیم کے مالک ہیں۔

میں ان کے بارے میں کیا کہوں جن کی پیدائش سے فارس کے آتشکدہ کے شعلے سرد ہوگئے۔ جن کی بعثت نے فساد کے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا اور جن کی پیدائش نے کسریٰ کے محل کو ہلا کر رکھ دیا۔

میں ان کے بارے میں کیا بیان کروں جو ایک طرف سے معراج پر گئے اور مہمان خدا بن گئے اور دوسری جانب اگر کوئی غلام کافی دور

سے معمولی سے کھانے کی دعوت دیتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔

ان کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے آسمانی سفر کے لیے بُراق (آسمانی سواری) حاضر ہوگیا لیکن انکساری کا معیار یہ تھا کہ بغیر زین کے خچر پر سوار ہوجایا کرتے تھے۔

اس کی عظمت کے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ جبرائیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں سلام پہنچاتا ہے اور آپ کی تواضع کا یہ حال ہے کہ مکہ میں رہنے والے بچوں کو بھی سلام کرتے ہیں۔

سجدہ کے دوران اپنی پیشانی اور دل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے تسلیم کر دیتے لیکن اس حالت میں اگر بچے آپؐ کی پشت پر سوار ہو جاتے تو آپ سجدہ طولانی کر دیا کرتے تاکہ بچوں کا کھیل خراب نہ ہو۔

اللہ اکبر! ایک ہی لحہ میں وہ کائنات کے رب سے راز و نیاز میں مشغول تھے اور بچوں کے کھیل کا احساس بھی تھا۔ بچوں سے محبت و ہمدردی کا اتنا لحاظ تھا۔ آپؐ کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں اور نہ ہی اس پر مکمل گفتگو کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کو ایک بچے کے احترام کا مشاہدہ کرنا چاہیے جو انسانیت کے حقوق' خواتین اور مزدور کے حقوق اور بچوں کے حقوق کا نعرہ لگا کر ان سب کو شرمندہ کرتے ہیں...... اپنے فرزند ابراہیم کی رحلت پر

آنسو تو بہائے لیکن کوئی لفظ بھی زبان پر نہ آنے دیا۔ (جس سے شکوہ یا شکایت کا اظہار ہوتا ہو)۔

اپنے اصحاب کے بچوں کے درمیان مختلف مقابلوں کا اہتمام کرتے اور جیتنے والوں کو انعام سے نوازتے' لیکن کیسا مقابلہ؟ ایسا مقابلہ جو گھوڑے اور تیر اندازی کی صورت میں ہوتا تھا تاکہ آنے والے دنوں میں اپنے مکتب کا دفاع کیا جاسکے اور ستمگر کا مقابلہ کیا جاسکے' نہ کہ ایسے مقابلے جو معاشرے کے کسی درد کی دوا ثابت نہ ہوں، اس سے کسی مسئلے کا حل نہ ہوتا ہو' اور انعام کیا دیتے تھے؟ کھجور کا درخت تاکہ جیتنے والا اس کی لکڑی' پتوں اس کے میوہ اور سائے سے فائدہ اٹھائے (انعام با مقصد ہونا چاہیے نہ کہ دکھاوے کے لیے)

قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کی ایک جھلک

قرآن مجید میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی القاب اور متعدد اوصاف بیان ہوئے ہیں جیسا کہ:

احمد: ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ (۱۰۱)

محمد: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (۱۰۲)

عبداللہ: ﴿وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾ (۱۰۳)

خاتم النبیین: ﴿وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (۱۰۴)

رحمۃ للعالمین: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (۱۰۵)

بشیر ونذیر: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (۱۰۶)

خلق عظیم کے مالک: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (۱۰۷)

نرم دل: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (۱۰۸)

توریت وانجیل میں نام اور نشانیاں مذکور ہیں: ﴿الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ﴾ (۱۰۹)

دنیا کے تمام ادیان پر کامیابی کا وعدہ دیا: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (۱۱۰)

پوری انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (۱۱۱)

جنات پر بھی مبعوث فرمایا: ﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ (۱۱۲)

اپنی امت اور تمام انبیاء پر شاہد قرار دیا: ﴿جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ (۱۱۳)

استہزاء کرنے والوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید کی: ﴿اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ﴾ (۱۱۴)

آیات قرآنی کے ذریعے ڈھارس بندھائی: ﴿كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا﴾ (۱۱۵)

شفاعت کی قبولیت یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں: ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ (۱۱۶)

وسعت قلبی کا مالک بنادیا: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ، وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ، وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (۱۱۷)

صاحب کوثر بنادیا: ﴿اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (۱۱۸)

آپ کو صراط مستقیم پر قرار دیا: ﴿اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (۱۱۹)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داریاں

جہل، شرک اور تفرقہ کے اندھیروں سے لوگوں کو نور ایمان کی طرف لانا: ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ (۱۲۰)

ضرورتمندوں کی زکوٰۃ کے ذریعے دادرسی نیز زکواۃ دینے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (۱۲۱)

مخلصانہ عبادت انجام دینا: ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ﴾ (۱۲۲)

امت کے لیے استغفار کرنا: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ (۱۲۳)

استقامت دکھانا: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ (۱۲۴)

عدل وانصاف کا قیام: ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ (۱۲۵)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا: ﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (۱۲۶)

اپنے خاندان کو دعوت وارشاد کرنا: ﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (۱۲۷)

اپنے رشتے داروں اور جاننے والوں کو خبر دار کرنا: ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (۱۲۸)

حلال وحرام کی وضاحت کرنا۔ ﴿وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ﴾ (۱۲۹)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا اور اس کی تسبیح کرنا: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ﴾ (۱۳۰)

اللہ تعالیٰ کے سامنے تسلیم رہنا: ﴿قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾ (۱۳۱)

گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنا: ﴿جَآئَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ (۱۳۲)

گزشتہ انبیا کی تصدیق کرنا: ﴿وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (۱۳۳)

آیات الٰہی کی تلاوت کرنا اور لوگوں کا تزکیہ کرنا، تعلیم دینا اور تقویٰ کی دعوت دینا: ﴿رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (۱۳۴)

مومنین کے ساتھ تواضع سے پیش آنا: ﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۱۳۵)

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا: ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (۱۳۶)

اللہ کے راستے میں جہاد کرنا: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ﴾ (۱۳۷)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع کرنا: ﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً﴾ (۱۳۸)

لوگوں کو توحید کی دعوت دینے کے لیے حکمت (wisdom) اور مواعظ کے راستے کا انتخاب کرنا: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (۱۳۹)

آپ کی روش میں، صبر و خلوص، عفو درگزر اور مشورہ کرنا شامل ہے: ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ (۱۴۰)

☆ لوگوں کو دشمن کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار کرنا اور جہاد کا شوق پیدا کرنا۔

☆ اسیروں کے ساتھ مہربانی اور زخمیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔

☆ رات کا ایک حصہ عبادت کے لیے مختص کرنا۔

حقیقت میں انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں ہے جس میں ان کی صفات، ذمہ داریوں کے تذکرے، آنحضرتؐ اور آپؐ کے وفا ساتھیوں کی مشکلات، آپ کا دوست و دشمن، چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت کے ساتھ رویہ، نیز مؤمن، کافر اور منافق کے ساتھ

برتاؤ کیسا ہونا چاہیے۔

کیا ایسے پیغمبر کو ان تمام کمالات اور معجزات کے باوجود نا پہچاننا ان سے محروم ہونا نہیں۔

انہیں جھٹلانا، تکلیف دینا، ان کے خلاف سازش کرنا، بغاوت کرنا، کتمان و کفر کرنا، ان کے ساتھ جنگ و جدل کرنا، ان کی مخالفت کرنا، ان کے سامنے مختلف حیلے اور بہانے بنانا، ان پر تہمت و افترا جنون، سحر، شعر، کذب، کاہن کی تہمت دینا، ان کی اہل بیتؑ کو اذیت دینا اور کتاب (قرآن) کو فراموش کر دینا ان سب کی ہم کیا کوئی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟

کیا قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور شفا بخش مکتب آیا ہے؟

حق کے بعد گمراہی و ضلالت کے سوا اور کون سا راستہ ہے؟

الٰہی قانون کو چھوڑ کر انسانی قانون کو تھام لینا کتنے بڑے خسارے کا سودا ہے؟

پیغمبر اکرمؐ کی سیرت میں سادگی کا معیار

☆ پیغمبر اکرمؐ کی کھجور کی لکڑی کے دس ستونوں پر مشتمل سادہ سی مسجد اور حبشی غلام کی اذان نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، البتہ آج مدینہ کی یہ سنگ مرمر کے بنے ہوئے سینکڑوں ستونوں پر مشتمل بلند و بالا مسجد کسی ایک ملک کو بھی نہ ہلا سکی۔

انتہائی مناسب ہے کہ ہم آج دنیا کی حالت پر غور و فکر کریں تا کہ پتہ چل جائے کہ ترقی کی طرف جا رہے ہیں یا تباہی کی طرف کیا اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اکرم کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ بھی ہے؟

☆ آج کھیل کو سنجیدہ اور سنجیدہ امور کو کھیل سمجھ لیا گیا ہے۔

☆ زندگی کو امن و سکون پہنچانے کے آلات ترقی کر رہے ہیں جبکہ امن و سکون پیچھے رہ گیا ہے۔

☆ کتابیں زیادہ ہوگئی ہیں لیکن پڑھنے کا حوصلہ کم ہو گیا ہے۔

☆ مسجد کے منار بہت بلند ہو گئے ہیں لیکن روح بلالی ناپید ہوگئی ہے۔

☆ آسائشات اصل جبکہ معنویات فرع کی حیثیت لے چکی ہے۔

☆ علم ترقی کر گیا لیکن جذبات و عواطف کم پڑ گئے ہیں۔

☆ خدمات میں وسعت آئی ہے لیکن محبت خلوص کی گرمی ختم ہوگئی ہے۔

☆ محبت کا اظہار زیادہ لیکن محبت کی روح کم ہوگئی ہے۔

☆ سڑکیں وسیع ہو رہی ہیں لیکن نقطہ نظر باریک تر ہوتا جا رہا ہے۔

☆ مقام و مرتبہ بالاتر لیکن اس کی اہمیت کمتر ہوگئی ہے۔

☆ علمی پیشرفت بڑھ چکی ہے جبکہ احساسات کمتر ہو گئے ہیں۔

☆ ہم یہ سیکھ رہے ہیں کہ اپنی آمدنی میں کیسے اضافہ کیا جائے لیکن زندگی کیسے گزاریں اس کے بارے میں خبر نہیں۔

☆ گھر بڑے بڑے بن رہے ہیں لیکن خاندان چھوٹا رہ گیا ہے۔

☆ زندگی کے سال طولانی، جبکہ زندگی کی حقیقت کمتر۔

☆ زبانی نعرے زیادہ، جذبہ کم ہو رہا ہے۔

☆ سہولیات زیادہ، لیکن وقت کم ہے۔

☆ علم زیادہ، لیکن بصیرت کم ہے۔

☆ چاند پر جانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمسائے کے ہاں جانے سے غافل ہیں۔

☆ گھر سے باہر کی فضا فتح کر چکے ہیں لیکن اندر سے غافل ہیں۔

☆ آمدنی بڑھائی لیکن اخلاقیات میں پیچھے رہ گئے۔

☆ کمیت میں اضافہ کیا ہے لیکن کیفیت میں کمی آ گئی۔

☆ لوگوں کا قد و قامت تو بڑھا لیا لیکن ان کی فکر نہ بڑھا سکے۔

☆ شخصی منافع اہم لیکن دل بستگی غیر اہم۔

☆ منافع چند گنا، جدائی بھی چند گنا،

☆ آرام و آسائش بیشتر، مسکراہٹ کمتر

☆ گھر خوبصورت لیکن بنیاد انتہائی کمزور۔

سیرت ساز فرامین:

اللہ تعالیٰ جو روشن ہدایات اور کبھی تکرار کے ساتھ اپنے پیغمبرؐ کی جانب نازل کرتا تھا وہ آنحضرتؐ کی سیرت اور پروگرام کو معین کر دیتے تھے۔ آپ کی سیرت عملی انہی الٰہی ہدایات کے مطابق تھی۔

صبح و شام یادِ خدا کا حکم، سجدہ، تسبیح، تہجد اور تلاوت قرآن آپؐ کی عبادت کرنے کی سیرت کو عیاں کرتے ہیں۔

پیغمبر کی عبادات:

رات کا کچھ حصہ گزرتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے، مسواک کرنے کے بعد وضو کرتے، قرآن کریم کی چند آیات کی تلاوت کے بعد ایک کونے میں مصروف عبادت ہو جاتے اور گریہ وزاری کرتے، آپؐ کی ازواج دیکھتیں تو کہتیں آپؐ نے تو کوئی گناہ نہیں کیا پھر کیوں گریہ وزاری کرتے ہیں؟ تو آپؐ فرماتے کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

امّ سلمہؓ کہتی ہیں ایک رات پیغمبرؐ میرے گھر تشریف فرما تھے آدھی رات کو میں نے انہیں بستر پر نہ پایا تو انہیں تلاش کرنے لگی تو کیا دیکھا کہ آپ ایک کونے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہیں۔ ہاتھ بلند کر کے گریہ وزاری کر رہے ہیں! خدایا! تو نے جو نعمتیں مجھے عطا کی ہیں واپس نہ لینا، میرے دشمنوں کو خوش نہ کرنا، جن مصیبتوں سے مجھے نجات دی ہے ان میں پھر مبتلا نہ کرنا،

ایک لمحے کے لیے بھی مجھے میرے حال پر نہ چھوڑنا۔

میں نے عرض کیا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپؐ تو بخشے ہوئے ہیں تو فرمایا! کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں۔ حضرت یونسؑ نے ایک لمحے کے لیے خود کو اپنے حال پر چھوڑا تھا تو شکم ماہی میں چلے گئے تھے۔ (۱۴۱)

وقتِ نماز لرزہ طاری ہو جاتا۔ جب تنہا نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رکوع و سجود کو طول دے دیتے لیکن جب بھی نماز باجماعت پڑھاتے تو اسے مختصر کر دیتے اور عام نماز ادا کرتے۔ اپنے ایک صحابی سے جو مسلمانوں کا امام جماعت تھا یہ تاکید کی کہ جب بھی لوگوں کے ہمراہ نماز ادا کرنے لگو تو سورہ حمد کے بعد چھوٹی سورت کی قرائت کرنا اور نماز کو طول مت دینا۔

دلسوز و مہربان:

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بارہ درہم دیئے اور فرمایا: میرے لیے ایک لباس خرید کر لاؤ۔ علی علیہ السلام بازار گئے اور اتنے! پیسوں کا لباس خرید لائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: اگر سستا لباس خریدتے تو بہتر تھا، اگر دوکاندار اسے واپس لینے کے لیے تیار ہو جائے تو واپس کر دو۔ حضرت علی علیہ السلام نے لباس واپس کر دیا اور پیسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ بازار گئے۔ راستے میں ایک کنیز کو دیکھا! جو رو رہی تھی اس سے رونے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی! اس کے پاس چار درہم تھے اور وہ بازار سے کچھ خریدنے کے لیے آئی تھی لیکن رقم گم کر بیٹھی ہوں اور گھر جانے سے ڈر رہی ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بارہ درہموں میں سے چادر درہم اسے دے دیئے اور چار درہم کا لباس خریدا۔ واپسی پر ایک شخص کو برہنہ حالت میں دیکھا تو لباس اسے دے دیا دوبارہ بازار گئے اور لباس خریدا، تو واپسی پر پھر اسی کنیز کو افسردہ حالت میں کھڑے پایا، وہ کہنے لگی! گھر جانے میں دیر ہوگئی ہے، ہوسکتا ہے مجھے سزا ملے، اس لیے میں ڈر رہی ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنیز کے ہمراہ اس کے مالک کے پاس گئے۔ کنیز کے مالک نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: بارہ درہم کتنے بابرکت ثابت ہوئے کہ ان سے دو برہنوں کو لباس مل گیا اور کنیز کو آزادی مل گئی۔ (۱۴۲)

یہ حقیقت ہے کہ ہم اگر اپنے روزمرہ کے اخراجات میں کمی کر لیں تو اس سے کئی ضرورت مندوں کی زندگی سنور سکتی ہے۔

اگر کوئی معاشرے کو بدلنے اُس کی اصلاح کرنے کا ارادہ تو رکھتا ہو

لیکن سوز دل نہ رکھتا ہو تو وہ کبھی بھی تبدیلی نہ لا سکے گا۔ انبیاء الٰہی کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ وہ لوگوں کی ہدایت وسعادت کے لیے سوز وگداز رکھتے تھے۔ ایک جملہ جو پرانے لوگ کہا کرتے تھے "اے بے دردو!" یعنی سوز وگداز کا ہونا خود ایک کمال ہے اور بیدردی ایک بڑا درد۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (۱۴۳) وہ تمہارے لیے سوز ودرد رکھتے ہیں تمہارے ایمان لانے کے لیے حریص ہیں ایک اور مقام پر خطاب فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (۱۴۴) خود کو اس وجہ سے ہلاکت میں نہ ڈالو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے۔

اسی طرح سورہ طٰہٰ کے آغاز میں فرمایا: ﴿طٰهٰ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰٓ﴾ اے پیغمبر! ہم نے قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف اٹھاتے رہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ انبیاء کے اوصاف میں سے ایک وصف دینی درد کا ہونا ہے۔ بلکہ یہ ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے اگر ایک طالب علم اور ایک یونیورسٹی میں پڑھنے والا دینی درد رکھتا ہو تو وہ معاشرے کو بدل سکتا ہے۔

البتہ اس سوز ودرد کی بنیاد خلوص ہو، دکانداری نہ ہو! سب کو یہ دیکھنا

چاہیے کہ کونسا کام نہیں ہو رہا' تو وہ آستین چڑھائے اور اس کام کو انجام دے ڈالے۔ کام کی نوعیت' اپنی حیثیت اور ظاہری شرافت مدنظر نہ رکھے۔ اس میدان میں جو کام ہونا چاہیے تھا اگر وہ نہیں ہو رہا تو خالص و پاک نیت کے ساتھ اسے انجام دے۔

انبیاء کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت جو پیغمبر اسلامؐ میں بھی تھی وہ تکلف سے پرہیز کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ لوگوں سے یہ کہہ دو: ﴿وَّ مَآ اَنَامِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (۱۴۵) میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں یعنی میں دوسروں کو مشکلات میں نہیں ڈالتا۔

قبل از بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں پر اتنے سخت دن آ گئے کہ سب قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہو گئے بشمول حضرت علیؑ کے والد بزرگوار حضرت ابو طالبؑ جو بوڑھے اور کم آمدنی کے مالک تھے۔ ایسی صورتحال میں انہیں زیادہ مدد کی ضرورت تھی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباسؓ سے طے کیا کہ وہ ابو طالبؑ کی خدمت میں جائیں اور ان کے کنبہ کے ہر فرد کو اپنے گھر لے آئیں، تاکہ اس طرح ان کے گھریلو اخراجات کو سہارا مل جائے۔ عباس' جعفر کو اپنے گھر لے آئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام کو اور یوں بچپن سے ہی اس بچے کے مربی بن گئے۔

ایسے لیڈرز کے برخلاف جو مشکل وقت میں اپنی جان بچانے کی فکر

کرتے ہیں اور منظر عام سے غائب ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کو مصائب و مشکلات میں تنہا اور بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت حبشہ کے دوران خود مکہ میں رہے اور اپنے صحابہؓ کو ہجرت حبشہ کا حکم دیا۔ اسی طرح مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے مسلمانوں کو روانہ کیا بعد میں خود گئے۔

لوگوں سے مشورہ:

ایسے امور جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خصوصی حکم نہیں ہوتا تھا اور ایسے امور جو امت کی مرضی پر چھوڑ رکھے تھے' تو اس وقت پیغمبر لوگوں سے مشورہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایسا بھی ہوتا کہ دوسروں کی رائے کو کبھی کبھار اپنی رائے پر مقدم رکھتے۔ جنگ احد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شوریٰ تشکیل دی اور یہ مشورہ کیا کہ جنگ کے لیے مدینہ سے باہر نکلا جائے یا مدینہ میں رہ کر جنگ کی جائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصی رائے اور چند اور لوگوں کی رائے یہی تھی کہ مدینہ میں ہی خندق کھودی جائے لیکن پیغمبر اکرمؐ کے اکثر نوجوان ساتھی مدینہ سے باہر جنگ کرنے کی خواہش رکھتے تھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کے تابع ہیں چونکہ آپ نے ہماری رائے پوچھی ہے تو وہ یہ ہے کہ باہر نکل کر جنگ کی جائے۔

یہاں پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مخلص اور پرجوش

جوان مومنین کی رائے کو دوسروں کی حتیٰ اپنی ذاتی رائے پر مقدم رکھا
اور اسلحہ اٹھا کر محاذ پر جا پہنچے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ فرمان:
﴿شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (۱۴۶) جنگ احد کے بعد نازل ہوا'
جب شکست ہو چکی تھی اور بعض افراد کی وجہ سے مسلمان جنگ احد
میں شکست سے دوچار ہو چکے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا
کہ ان سے مشورہ کرو۔ (مقالات سیرہ نبوی از استاد مطہری) البتہ
حتمی ارادہ رہبر کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اس آیت کے
آخر پر یہ کہتا ہے:
﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ جب ارادہ کر لو تو پھر
اللہ پر بھروسہ کرو اور کام شروع کر دو۔ (۱۴۷)

دوستوں کے ساتھ ہمقدم:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ سفر پر روانہ
ہوئے تو کھانا تیار کرتے وقت ہر ایک نے اپنے ذمے کام لے لیا۔
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑیاں جمع کرنے کا کام اپنے ذمے
لے لیا۔ اصحاب نے آپ کو ایسا کرنے سے روکنے کی بہت کوشش
کی لیکن آپؐ نے اپنا کام جاری رکھا۔

ایک اور موقع پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ سے اترے تو
اسے باندھنے کے لیے ایک کونے میں چلے گئے۔ آپؐ کے
ساتھیوں نے آپؐ سے مہار لینے کی کوشش کی لیکن آپؐ نے اس کی

اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اپنا کام خود کرنے کی کوشش کریں اسے
دوسرے کے سپرد نہ کریں۔

وفائے پیغمبر:

عمارؓ کہتے ہیں کہ بعثت سے قبل میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اکٹھے گلہ بانی کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے انہیں مشورہ دیا
کہ فلاں علاقے میں بھیڑ بکریوں کے چرانے کی بڑی اچھی جگہ ہے
کل وہاں جائیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے
قبول کر لیا۔ میں اگلے روز جب وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہلے سے موجود ہیں لیکن اپنی بھیڑ
بکریوں کو چرنے سے روک رکھا ہے۔ میں نے پوچھا! کہ آپ نے
انہیں چرنے سے کیوں روک رکھا ہے؟ فرمانے لگے! کہ چونکہ تم
سے وعدہ کیا تھا کہ اکٹھے چرائی شروع کریں گے' اس لیے میں نہیں
چاہتا تھا کہ تمہارے پہنچنے سے پہلے اس چراگاہ سے فائدہ اٹھاؤں۔

لوگوں کے ساتھ پیغمبرؐ کی صداقت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فرزند جن کا نام ابراہیم تھا وہ
بچپن میں ہی فوت ہو گئے' ان کے مرنے کے تھوڑی دیر بعد سورج
گرہن لگ گیا' لوگوں نے یہ خیال کیا کہ سورج گرہن کا لگنا شاید
فرزند پیغمبرؐ کی رحلت کی وجہ سے ہو لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فوراً لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: اس سورج گرہن کا میرے فرزند کی

موت سے کوئی تعلق نہیں۔

اس طرح آپؐ نے لوگوں کو جہالت اور انحراف سے بچالیا۔ اگر کوئی اور سیاستدان ہوتا تو وہ اس شعار سے (کہ ہدف اور وسیلے کی توجیہ کر دیتا) لوگوں کے غلط تصور اور فکر سے سوئے استفادہ کرتا اور ان کے اس ناروا عمل کی تعریف کرتا۔

مبارزے میں پیشقدمی:

جنگ احزاب میں کفار مشرکین اور منافقین نے مسلمانوں پر ایک بڑا حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورے کے بعد مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا منصوبہ تیار کیا۔ یہاں پر سب سے پہلے جس نے خندق کھودنے کا کام شروع کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی۔ کچھ مسلمان اجازت لے کر اور بعض بغیر کسی وجہ کے کام چھوڑ گئے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر تک موجود رہے اور خندق کی کھدائی کرتے رہے۔

تدبیر پیغمبرؐ:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مشکلات سے دوچار ہوتے تو کوئی بہترین اور مناسب حل تلاش کر لیتے۔ تاریخ میں ملتا ہے کہ قبل از اسلام عرب کے تمام قبائل اکھٹے ہو کر کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ جب حجر الاسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ اس کوشش میں تھا کہ یہ افتخار اسے نصیب ہو۔ اس طرح یہ مسئلہ سنگین صورت اختیار

کر گیا اور جھگڑے کی صورت پیدا ہوگئی۔

ایک شخص نے کہا کہ لڑنے سے بہتر یہ ہے کہ اس وقت صبر کریں جو شخص سب سے پہلے مسجد الحرام میں داخل ہوگا اسے قاضی بنالیں گے۔ اچانک سب نے دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے، تو تمام قبائل نے انہیں اپنا قاضی بنالیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر لانے کا حکم دیا اور حجر الاسود کو اس کے درمیان رکھ دیا تمام قبائل نے اس چادر کا ایک ایک کونہ تھام لیا اور کعبہ کے نزدیک چلے آئے۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر الاسود اٹھایا اور اس کی جگہ پر نصب کر دیا اور جھگڑا ختم ہوگیا۔

قاطعیت پیغمبرؐ:

ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں گے لیکن ہماری شرط یہ ہے کہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرط قبول نہ کی۔ آپؐ ایسا نہیں چاہتے تھے کہ تعداد کو زیادہ کرنے کی فکر میں کہیں مکتب کو نقصان نہ پہنچے۔ یہ اور لوگ ہوتے ہیں جو اپنے پیروکار زیادہ کرنے کے چکر میں ہر لحہ اپنی شکل، نام، نشان کو تبدیل کرنے کے لیے اپنی روش بدل لیتے ہیں جس طرح ایک تاجر اپنے خریدار زیادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

پیغمبرؐ نے کفار سے فرمایا: ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (۱۴۸)

تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے۔ جبکہ دوسرے لوگ اپنے دین پر اس طرح سے مضبوط نہیں ہوتے بلکہ وہ گنجائش اور نرم رفتار اپنانے کے قائل ہوتے ہیں۔

انبیا کے دشمن ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں کو اپنی سازش کا نشانہ بنائیں۔ لیکن قرآن مجید مسلمانوں کو اس سازش سے آگاہ کرتا ہے اور فرماتا ہے: ﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾ (۱۴۹) (وہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کچھ مصلحت پسند ہو جائیں تو وہ بھی مصلحت کیش ہو جائیں گے)

پیغمبرؐ اور ازواج کی تعداد

پیغمبرؐ کی ازدواجی زندگی میں جہاں تک زوجات کی تعداد کا تعلق ہے تو یہ کام جنسی جبلت کے تحت نہیں تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے پچیس سال کی عمر میں جب حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تو ان کی عمر چالیس سال تھی۔ جب آپؐ ۵۳ سال کے تھے تب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ یعنی ۲۷ سال کی مدت میں جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپؐ نے کوئی اور شادی نہیں کی۔

پیغمبر اکرمؐ کی عمر ۶۳ سال سے زیادہ نہیں، دیگر تمام نکاح آپؐ کی عمر کے آخری دس برسوں میں ہوئے۔ کیا ایسا کہا جا سکتا ہے کہ ۵۳ سال کے بعد شادی کا مقصد جنسی جبلت کا تقاضا تھا؟

کیا انسان اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے یتیم و بے سہارا، بیوہ وطلاق یافتہ اور بوڑھی خواتین کا انتخاب کرتا ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں فقط ایک حضرت عائشہؓ ہی ہیں جن کی عمر نکاح کے وقت چھ سال تھی، چند سال وہ آپؐ کے عقد میں رہیں بعد از ۹ سال کی عمر میں مدینہ میں شادی ہوئی۔ جس مرد کی ایسی خواہش ہو تو کیا وہ تین سال انتظار کرے گا کہ کب ۶ سال کی بچی ۹ سال کی ہو جائے؟

حقیقت امر یہ ہے کہ ان خواتین سے شادی کا مقصد یہ تھا کہ وہاں کی رسم کے مطابق قبیلے کے لوگ اپنے داماد کی حمایت کیا کرتے تھے اور

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند قبیلوں کا انتخاب کیا' تا کہ ان سے خاندانی روابط قائم ہوسکیں' تا کہ ان قبیلوں کی حمایت حاصل ہو جائے اور اپنے مقاصد کے لیے ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ نیز یہ قبیلے آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کریں' عجیب بات تو یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی بعض ازواج کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ معاویہ اور ابوسفیان کے مسلمان ہونے سے پہلے معاویہ کی ہمشیرہ اور ان کا شوہر مسلمان ہو چکے تھے اور حبشہ ہجرت کر گئے۔ لیکن ان کا شوہر حبشہ میں عیسائی ہوگیا۔ اس خاتون کو اپنے شوہر سے جدا ہونا چاہیے تھا' کیونکہ وہ اپنے گھر واپس جا کر مشرکوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی' حضرتؐ نے اس سے عقد کرلیا تا کہ اس کے زخموں پر مرہم رکھیں اور اس کی اجتماعی حیثیت محفوظ ہو جائے۔

بعض شادیاں غلط سنتوں اور رسموں کو ختم کرنے کے لیے کیں تھیں۔

جس طرح دور جاہلیت میں یہ عقیدہ رواج پا چکا تھا کہ جس طرح انسان اپنے بیٹے کی بیوی شادی نہیں کرسکتا اسی طرح وہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بھی شادی نہیں کرسکتا۔ پس جب زیدؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو پیغمبر اکرمؐ نے اللہ کے حکم سے اس کے ساتھ عقد کرلیا تا کہ اس رسم کا خاتمہ ہو سکے۔

بات مختصر کریں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجات کی اکثریت بیوہ خواتین پر مشتمل تھی اور آپ اپنا جوانی کا دور گزار چکے تھے اور ہر

خاتون ایک یا دو مرتبہ شادی کر چکی تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شادیاں اس دور میں کیں جب آپ مشہور ہو چکے تھے اور اس دور میں خوبصورت خواتین آپؐ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ علاوہ ازیں متعدد ازواج کے باوجود آپؐ اکثر رات کو خلوت میں چلے جاتے۔ (۱۵۰) یہ ہم ہی ہیں کہ ایک بیوی کو پا کر اللہ تعالیٰ کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ بیویوں کی زیادہ تعداد اگر معنویت' رشد' جہاد' عبادت' معاشرتی امور اور بے سہارا لوگوں تک پہنچنے سے نہ روکے بلکہ ان کی سرپرستی اور عزت کا باعث بنے تو اس میں عقلی طور پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی نظر میں ازواج کی تعداد ایک بری بات ہے تو اس کی چند وجوہات ہیں:

۱۔ مرد عدالت برقرار نہیں رکھ سکتا۔

۲۔ انسان کا پے در پے شادی کرنے کا مقصد اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے نہ کہ کوئی مقدس ہدف۔

۳۔ انسان کی صلاحیتیں انہیں شادیوں میں صرف ہو جاتی ہیں۔

تاریخ میں عام طور پر بغیر شوہر کے خواتین کی تعداد غیر شادی شدہ مردوں کی نسبت زیادہ رہی ہے' زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے اپنے ملک میں کتنے لوگ شہید ہوئے اور ان کی بیویاں بیوہ ہو چکی ہیں۔ اگر چہ ان میں سے کئی ایک دوسری شادی نہیں کرنا چاہتیں لیکن معاشرے میں ایک گروہ کی طبیعی ضرورتوں کو نظر انداز

نہیں کیا جاسکتا' دوسری طرف یتیموں کو سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے زیادہ شادیاں کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔
لیکن بعض ایسے مسائل ہیں جو ہوس بازی اور بے عدالتی کے علاوہ خواتین کی بیجا توقعات سے، حسد کی صورت میں پیش آسکتے ہیں۔
قرآن مجید میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ شوہرداری اس طرح سے ہو کہ جب عورت اپنے شوہر کو دیکھے تو اسے سکون ملے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور مرد کے لیے ضروری ہے کہ اس طرح سے زندگی گزارے کہ عورت ناراض نہ ہو اسے غصہ نہ آئے اور مرد کو چاہیے کہ وہ وحی' فطرت اور عقل کے ذریعے بیوی کو راضی رکھے: ﴿ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُھُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَھُنَّ کُلُّھُنَّ﴾ (۱۵۱) جو چند بیویوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان کے مابین عدالت قائم رکھے اور اگر وہ عدالت برقرار رکھنے سے قاصر ہے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً﴾ (۱۵۲)
ایک مرتبہ ازواج پیغمبرؐ نے یہ خواہش کی کہ اب آپؐ جنگوں میں کامیاب ہو رہے ہیں، جنگی مال غنیمت بھی کافی ملا ہے' ہمارے لیے کوئی سونا چاندی یا زینت کے لیے اور آسائش کے لیے کچھ بندوبست کیجیے' تو آیت نازل ہوئی: ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَ

زْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا﴾ اے پیغمبرؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زینت (زرق وبرق) کی طلب گار ہو تو آؤ تمہیں (حق مہر ادا کر کے) دیگر اچھے انداز میں (ڈر اور خوف سے) آزاد کردوں۔ (۱۵۳)
اس آیت سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ:
۱﴾ قائد کی زندگی سادہ ہونی چاہیے اور اسے اپنی بیوی کے تقاضوں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں۔
۲﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ذمہ داری گھریلو امور کی انجام دہی سے بالاتر ہے۔
۳﴾ اپنے اقربا کی بے جا توقعات کو قاطعیت سے رد کریں ورنہ دنیاداری کا خطرہ تو خاندان نبوت کو بھی درپیش رہا ہے۔
۴﴾ اگرچہ دنیاوی زروزیور کا حصول حرام نہیں' لیکن خاندان نبوت کو زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ قائد اور اس کے قریبیوں پر لوگوں کی نظر ہوتی ہے۔ اس لیے قائد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مقام کی حفاظت کے لیے بعض خاندانی مسائل سے صرف نظر کرے۔
۵﴾ اگر طلاق دینے پر مجبور ہو تو جدائی بھی اچھے انداز میں عدالت کے ساتھ ہو۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان قرآن کے مطابق اپنی

ازواج کو یہ حکم دیا:۔

اولا: خاتون کا اصلی مسکن اس کا گھر ہے۔ ﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾

ثانیا: اگر گھر سے نکلنا ضروری ہو جائے تو بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کریں۔ ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ﴾

ثالثاً: مردوں سے بات کرتے ہوئے نرمی اور ملائم انداز نہ اپنائیں تاکہ بیمار دل میں کوئی توقع یا لالچ پیدا نہ ہو: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ﴾ (۱۵۴)

اس لیے خاتون کے لیے صحت مند ہونا کافی نہیں، بلکہ کوچہ و بازار میں لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے بھی کوئی کام نہ کرے، عجیب تو یہ ہے کہ قرآن مجید یہ کہتا ہے۔ اگر ایک ہی شخص ہوس باز، بیمار دل اور لالچی ہو۔ (جبکہ دوسرے عفیف اور پاکباز ہوں) تو خاتون کے لیے ضروری ہے کہ اس ایک شخص کی وجہ سے بھی نرم اور ملائم انداز میں بات نہ کرے: ﴿اَلَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ﴾ یہ نہیں فرمایا: (الّذین فی قلوبھم مرض)

پیغمبر اکرمؐ بحیثیت شوہر

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر ازواج سن رسیدہ تھیں یتیم اور بیوہ بھی۔ سب کا اخلاق ایک جیسا نہ تھا جس طرح قرآن مجید نے تاکید کی کہ: ﴿عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۱۵۵) پیغمبر صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی اور نیک برتاؤ کے ساتھ رہتے تھے۔ کبھی کبھار ان میں سے بعض کا سلوک مناسب نہیں ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اصحاب، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے طرز سلوک سے رنجیدہ تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کرتے تھے کہ انہیں آزاد کردیجیے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ خواتین کی بدسلوکی اور برے رویے کو ان کے مثبت کمالات کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ انسان کو ناراضگی کے باعث اپنی بیوی کو آزاد نہیں کرنا چاہیے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ حضرت خدیجہ کی وفاداری کے باعث ان کی رحلت کے بعد ان کی سہیلیوں کا خصوصی احترام کرتے تھے اور یہ فرمایا کہ میں سب سے بہتر اپنے خاندان سے سلوک کرتا ہوں۔ (۱۵۶)

آنحضرت کا اپنی ازواج سے عادلانہ طرز عمل کا معیار یہ تھا کہ جب آپؐ پر بیماری کا غلبہ ہوتا تب بھی اپنا بستر ازواج میں سے کسی ایک کے کمرے میں لے جاتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کبھی کبھار آپؐ خدیجہؓ کو بڑے اچھے انداز میں یاد کرنے لگتے، تو میں کہتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر آپ کو عطا کی ہیں، وہ تو ایک بوڑھی عورت تھی۔ تو پیغمبرؐ نے فرمایا خدا کی قسم ایسا نہیں۔ کوئی بھی خدیجہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ جب سب کافر تھے تو وہ اس وقت مجھ پر ایمان لے آئی اور

میری مدد کی' میری نسل بھی خدیجہؓ سے ہے۔ کبھی پیغمبر اکرم گوسفند ذبح کرتے اور اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے گھر بھجواتے۔ ان کا احترام کرتے۔

حضرت خدیجہؓ ایسی خاتون تھیں کہ انہوں نے خود پیغمبر اکرمؐ سے شادی کی پیشکش کی اور حق مہر طے کیا اور دوسرے تمام امیدواروں کو رد کردیا۔

یہ بات تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ پیغمبر کی تمام ازواج کی سطح ایک جیسی نہ تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو یہ کہا کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اس میں تمہارا فائدہ ہے: ﴿اِنْ تَتُوْبَآ﴾

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض غلطی پر تھیں اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں سے جو بہتر ہے ان کے لیے اجر عظیم قرار دیا ہے: ﴿اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ ازواج پیغمبر کی سطح ایک سی نہ تھی۔

پیغمبرؐ اور گھریلو امور:

اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم کی پہلی آیت میں فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اے پیغمبرؐ! کیوں ایسی چیزوں کو اپنی ازواج کی رضا کے لیے حرام کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے حلال کر رکھی ہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

کیونکہ ازواج پیغمبر متعدد تھیں' کبھی ایسا ہوتا کہ پیغمبر ان کی رضا کے لیے اپنے شخصی حق سے صرف نظر کر لیتے۔ ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں کو راضی کرنے سے انسان خود مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے کبھی قرآن مجید سخت انداز میں پیغمبر اکرم کو مخاطب کرتا ہے کہ ایسا کیوں کیا' یہ کیسے ہوا' تا کہ لوگوں کو یہ بتا دے کہ بعض کے انفرادی مسائل دوسروں کے لیے نمونہ عمل نہ بن جائیں۔ حتیٰ پیغمبر اکرم کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حلالِ خدا کو حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہر دوسری خوشنودی پر مقدم ہے۔ زوجہ کو ہر قیمت پر راضی کرنا ضروری نہیں' نیز اس سخت خطاب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید از جانب خدا ہے' کیونکہ انسان اپنی کتاب میں' ایک معمولی سے مسئلے کے لیے طول تاریخ میں اور آنے والی نسلوں کے لیے درشت لہجے میں تذکرہ نہیں کر سکتا۔

گویا پیغمبر اکرمؐ نے بعض حلال امور سے صرف نظر کرنے کی قسم اٹھائی۔ جبکہ اسلام میں کہیں پر بھی حرف آخر نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفارہ دینے کا یہ راستہ پیغمبر اسلامؐ کے لیے کھول دیا تا کہ مکتب پر اور حلال کام پر کوئی حرف نہ آئے: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ﴾ (۱۵۷)

ضمناً یہ یاد رہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے خاندان کی خوشنودی کی خاطر کسی حلال کو اپنے پر حرام نہ کرے‘ اس ذمہ داری کا ذکر درشت انداز کے ساتھ کہ ”کیوں حلال کو اپنے پر حرام کرلیا ہے؟ مگر محبت آمیز رویے کیساتھ: ﴿یَآاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ جبکہ آیت کا اختتام اس کلمہ کے ساتھ کیا ہے: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

لطف الٰہی کا انداز یہ ہے کہ وہ ایک تو گزشتہ غلطیوں کا ازالہ کر دیتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ اور آئندہ کے لیے راہ حل کی نشاندہی بھی۔ فرمایا: کہ جو آپ نے حلال سے استفادہ نہ کرنے کی قسم اٹھائی ہے‘ اسے کفارے کی ادائیگی سے توڑ دو‘ ایک انسان کا کفارے کی ادائیگی کے ذریعے سے قسم توڑنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ ہمیشہ کے لیے قانون الٰہی کو توڑا جائے۔

سورہ تحریم میں چند آیات اس موضوع پر ذکر ہوئی ہیں ان میں عبرت کے بہت سے نکات پوشیدہ ہیں لہٰذا چند منٹ حوصلہ رکھیے اور ان امور پر غور کیجئے۔ یہ ماجرا اس طرح سے ہے۔

گھر میں پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زوجہ کو بطور امانت کچھ باتیں بتائیں اور فرمایا کہ یہ بات کسی کو نہ بتائی جائے‘ لیکن افسوس کہ اس پر عمل نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کو آگاہ کر دیا کہ تمہاری زوجہ نے

امانت کی حفاظت نہیں کی اور اس راز کو فاش کر دیا ہے اور بات پھیل چکی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ وحی کے ذریعے اس سے آگاہ ہوگئے۔ اس خبر کا کچھ حصہ اپنی زوجہ کو بتایا اور ایک حصہ رہنے دیا۔ آپ کی زوجہ نے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے خبر ہوگئی کہ میں نے راز فاش کیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا خدائے دانا و آگاہ نے مجھے خبر دی ہے۔ (۱۵۸)

اگر کسی کو راز کی بات بطور امانت سپرد کی جائے تو اسے فاش کرنا گناہ ہے‘ نیز فکری اور قلبی انحراف کی دلیل بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس راز کو کہنے والی اور سننے والی‘ مفسرین کے عقیدہ کے مطابق جو عائشہؓ اور حفصہ تھیں فرمایا اگر تم توبہ کرلو تو اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کے خلاف کوئی کچھ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کی یا تم نے اس طرح سے پیغمبر اکرمؐ کے خلاف کوئی سازش کرنا چاہتی ہو تو تم ہرگز ایسا نہیں کرسکو گی کیونکہ تمہاری سازش کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ‘ جبرائیلؑ اور خاص مؤمنین (باون احادیث شیعہ اور سنی سے نقل ہوئی ہیں کہ صالح المؤمنین سے مراد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ تفسیر کنز الدقائق) پیغمبر کے مددگار ہیں۔ (۱۵۹)

سورہ تحریم کی آیت نمبر دو اور تین کے مذکورہ واقعہ میں پیغمبر اکرمؐ کے خاندانی مسائل سے جو درس ملتا ہے اسے ہم مرحلہ وار ذکر کرتے ہیں:

۱﴾ خاتون خانہ کو راز دار ہونا چاہیے تا کہ شوہر اسے اسرار (راز)

سے آگاہ کر سکے۔: ﴿اَسَرَّ النَّبِیُّ﴾

۲﴾ گھر کے تمام افراد کو سب باتوں سے آگاہ کرنا ضروری نہیں ہے: ﴿اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ﴾

۳﴾ لوگوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ان کا نام مت لیں: ﴿اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ﴾

۴﴾ ازواج پیغمبر معصوم نہیں تھیں کیوں راز پیغمبر فاش کر دیا اور انہیں توبہ کرنے کا حکم ملا: ﴿نَبَّاَتۡ﴾

۵﴾ پیغمبر بھی خاندانی مسائل کا شکار ہوتے تھے: ﴿نَبَّاَتۡ بِهٖ﴾

۶﴾ اللہ تعالیٰ کی اپنے پیغمبر پر خصوصی عنایت ہوتی ہے اور جو افراد حضرتؐ سے وفادار نہیں ہیں وہ انہیں آشکار کر دیتا ہے: ﴿اَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ﴾

۷﴾ قائد کو اپنے گھریلو مسائل سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ (اَظۡهَرَهُ اللّٰهُ﴾

۸﴾ لغزشوں کو اسی شخص کے سامنے بیان کیا جائے جو اس کا مرتکب ہوا ہو نہ کہ دوسروں کے سامنے: ﴿عَرَّفَ بَعۡضَهٗ﴾

۹﴾ ایڈمنسٹریشن میں نظر انداز کرنا اور وسعت قلبی کا ہونا لازمی ہے پیغمبر اکرمؐ نے مکمل راز کو اپنی زوجہ سے نسبت نہیں دی۔ (بلکہ بعض امور کو نظر انداز کر دیا اور فقط فاش شدہ راز کے کچھ حصے کا اپنی زوجہ سے ذکر کیا): ﴿وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ﴾

۱۰﴾ جو کسی راز کو فاش کرتا ہے اسے تو یہ احتمال دینا چاہیے کہ اس کا یہ عمل آشکار ہو جائے گا: ﴿نَبَّاَتۡ......نَبَّاَنِیَ﴾

۱۱﴾ انبیا کے علم کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا علم ہوتا ہے: ﴿نَبَّاَنِیَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ﴾

۱۲﴾ خبر دینے والے کو عالم اور باخبر ہونا چاہیے: ﴿نَبَّاَنِیَ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ﴾

۱۳﴾ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جاننے اور اس کے علم پر ایمان رکھنے سے انسان ہر گناہ اور سازش سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۱۴﴾ اگر کہیں کوئی غلطی کرے تو ہر ایک سے سوال نہیں کرنا چاہیے بلکہ فقط غلطی کرنے والے سے دریافت کیا جائے اور فقط راز ظاہر کرنے والا اور سننے والا توبہ کرے: ﴿تَتُوۡبَاۤ﴾

۱۵﴾ شرمندہ افراد کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دینا چاہیے۔: ﴿اِنۡ تَتُوۡبَاۤ﴾

۱۶﴾ راز کا سننا بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کہنے والے اور سننے والے کو یہ کہتا ہے کہ دونوں توبہ کریں۔: ﴿اِنۡ تَتُوۡبَاۤ﴾

۱۷﴾ کبھی ایک عمل یا ایک حادثہ کسی واقعہ کی نشاندہی کر رہا ہوتا ہے (راز فاش کرنا ایک معمولی عمل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ایک سازش کا پیش خیمہ قرار دیا) اور فرمایا اگر تم دونوں ایک دوسرے سے مل کر پیغمبر کے خلاف سازش کرو گی: ﴿وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ﴾

۱۸﴾ اکھٹے رہنا اور اکھٹے بیٹھنا ہم فکری اور ہمدلی کی علامت نہیں، اس مسئلے میں وہ پیغمبر کی ازواج تھیں لیکن ہم فکر نہیں تھیں۔

۱۹﴾ اگر کوئی راز فاش کرے لیکن توبہ نہ کرے تو وہ سازشی ہے: ﴿تَتُوبَا......وَاِنْ تَظٰهَرَ عَلَيْهِ﴾

۲۰﴾ فکری اور قلبی انحراف عملی لغزشوں کا سرچشمہ ہے: ﴿صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (زبانی لغزش سے بھی زیادہ اہم فکری انحراف ہے)

۲۱﴾ پیغمبر اکرمؐ اور مکتب کے خلاف ہونے والی سازشوں کے مقابلے کے لیے سب طاقتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو جانا چاہیے: ﴿هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

۲۲﴾ اہم افراد کو اہمیت دیں۔ (جبرائیلؑ فرشتوں میں سے ہیں لیکن ان کا نام علیحدہ لیا گیا ہے): ﴿وَجِبْرِيْلُ......وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾

۲۳﴾ اللہ تعالیٰ سب کا مولا ہے اور پیغمبر اکرمؐ سے بھی سورہ تحریم کی آیت ۔۲ میں فرمایا: ﴿هُوَ مَوْلٰهُ﴾

۲۴﴾ حق کبھی بھی تنہا نہیں ہوتا بلکہ ہر طرف سے اپنے طرف دار بنا لیتا ہے: ﴿هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾

۲۵﴾ باصلاحیت انسان میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے ہم پلہ ہو جاتا ہے: ﴿وَجِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾

۲۶﴾ فرشتے حقیقی مومنین کے مددگار رہتے ہیں: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

۲۷﴾ اللہ تعالیٰ کی ظاہری امداد انسان کی طرف سے ﴿صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور غیبی امداد فرشتوں کی طرف سے: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ہوتی ہے۔

بچوں کے ساتھ برتاؤ:

ایک نوزائیدہ بچے کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا تا کہ اس کا نام رکھا جا سکے، لیکن بچے نے حضرتؐ کا لباس نجس کر دیا۔ بچے کی والدہ اور اطراف میں بیٹھے لوگ اس پر ناراحت ہوئے۔ لیکن پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اسے 'کچھ نہ کہنا' میں اپنے کپڑے دھولوں گا لیکن تمہاری بلند آواز سے ایسا نہ ہو کہ بچہ ڈر جائے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کو سلام کیا کرتے تھے اور بچوں کے نام بڑے احترام سے لیا کرتے تھے۔ بچیوں کے بارے میں خاص تاکید فرماتے تھے۔

آپؐ کے نزدیک خواتین کو اہمیت دینا ایک پسندیدہ عمل تھا جبکہ وہ دور ایسا تھا کہ بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اس کے باپ کا رنگ فق ہو جاتا: ﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ (۱۶۰) جس دور میں بیٹی کا ہونا باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا اس دور میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: تمہاری بہترین اولاد تمہاری بیٹیاں ہیں اور ایک خوش قسمت خاتون کی علامت یہ ہے کہ اس کے ہاں پہلی ولادت بیٹی کی ہو۔(۱۶۱)

ایک صحابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اسے خبر دی گئی کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ ناراحت ہوئے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: زمین اس کا ٹھکانہ ہے اور آسمان اس کا سایہ ہے اور روزی دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو پھر تم کیوں ناراحت ہوتے ہو؟ وہ تو پھول ہے تم اس کی خوشبو سے استفادہ کرنا۔(۱۶۲)

ایک شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے کبھی بھی اپنے بچوں کا بوسہ نہیں لیا تو آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے سنگ دل ہونے کی علامت ہے۔

آپؐ بچوں کے درمیان عادلانہ رویہ اختیار کرنے کی تاکید کرتے تھے کہ اگر ایک کا بوسہ لیا ہے تو دوسرے بچوں کا بھی بوسہ لو۔

ایک دن پیغمبر اکرمؐ نے پانی پیا تو برتن میں کچھ پانی بچ گیا وہیں پر موجود ایک بچے نے کہا یا رسول اللہؐ! باقی پانی مجھے دے دیجئے اسی وقت چند بڑے بچوں نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ پانی بطور تبرک ہمیں دے دیجئے تو آپؐ نے فرمایا پہلے اس چھوٹے بچے کی باری ہے۔ پھر اس بچے سے پوچھا کہ کیا تم اجازت دیتے ہو کہ یہ پانی ان

بڑوں کو دیدوں؟ بچے نے منفی جواب دیا تو پیغمبر اکرم نے پانی اس بچے کو دے دیا۔

آپؐ نے جنگ موتہ کے بعد جعفر طیارؓ کے بچوں کو اپنی سواری پر سوار کیا اور سپاہ اسلام کے استقبال کے لیے چلے گئے پھر مسجد تشریف لے گئے اور ممبر پر بیٹھ گئے جبکہ حضرت جعفر طیارؓ کے بچے بھی ہمراہ تھے۔ آپؐ نے جعفر طیارؓ کی فضیلت بیان کی اور اسی دوران ان کے بچوں کو اپنے زانو پر بٹھائے رکھا اور ان کے سر پر پیار کرتے رہے۔(۱۶۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ نے نماز ظہر کی آخری دو رکعات مستحبات انجام دیئے بغیر جلدی میں پڑھیں تو لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہو گیا؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے بچے کے رونے کی آواز نہیں سنی۔(۱۶۴)

ایک دن پیغمبرؐ نے دوران نماز سجدہ کو کافی طول دیا۔ نماز کے بعد چند لوگ کہنے لگے یا رسول اللہؐ! ہم نے تو خیال کیا تھا کہ وحی نازل ہوئی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا فرزند حسن دوران نماز سجدہ کی حالت میں پشت پر سوار ہو گیا تھا لہٰذا میں نے انتظار کیا تا کہ وہ اتر آئے۔

جیسے ہی حسن اور حسین علیہما السلام پیغمبرؐ کی خدمت میں آتے تو آپؐ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر انہیں آغوش میں لے لیتے اور اپنے کندھوں پر سوار کرتے۔(۱۶۵)

پیغمبر اکرمؐ کی مہمان نوازی

سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر داخل ہوا تو جس تکیہ سے آپؐ ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے اسے میری کمر کے پیچھے رکھ دیا۔ یہ عمل ہر مہمان کے لیے انجام دیتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ اپنے مہمانوں کے لیے خود بستر بچھاتے اور کھانے کے دوران اس وقت تک دسترخوان پر موجود رہتے تھے جب تک مہمان کھانا کھانے میں مشغول رہتے۔(۱۶۶)

ایک دن پیغمبر اسلامؐ کے رضاعی بہن بھائی علیحدہ علیحدہ آپؐ کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے بھائی کی نسبت بہن کی زیادہ عزت افزائی کی۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کیونکہ یہ بہن اپنے والدین کا زیادہ احترام کرتی ہے اس لیے مجھے اس سے زیادہ محبت ہے۔(۱۶۷)

کبھی مہمان ،کھانے کے بعد آپؐ کے گھر میں بیٹھے رہتے اور باتوں میں مشغول ہو جاتے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برداشت سے کام لیتے یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی کہ تم جب پیغمبر اکرمؐ کے مہمان بنو تو کھانا کھاتے ہی رخصت ہو جاؤ کیونکہ تمہارا بغیر کسی وجہ کے بیٹھنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انفرادی اور اجتماعی امور معطل کر دیتا ہے اور انہیں اس سے اذیت ہوتی ہے: ﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ

لِحَدِیْثٍ﴾(۱۶۸)

پیغمبرؐ اور صفائی

پیغمبر اکرمؐ صفائی کو بہت اہمیت دیتے تھے کبھی مسواک کو اپنے کان کی پشت پر رکھ دیتے تا کہ لینے میں آسانی رہے۔

ایک دن آپؐ نے دیکھا کہ مسجد میں کسی نے تھوک دیا ہے۔ آپؐ نے فوراً کھجور کے پتے سے مسجد صاف کر دی۔

گرمی کے موسم میں اپنے کپڑے پانی کے برتن میں ابالتے تھے۔

اپنے بالوں پر کنگھ کرتے اور ہمیشہ خوشبو لگائے رکھتے تھے۔

پیغمبرؐ اور جوان

۱۔ ''زید بن حارثہ'' نامی نوجوان ایک جنگ میں اسیر ہوگیا۔ یہ کسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ گیا۔ آپؐ کے سامنے وہ ایک غلام تھا مگر اس کا باپ ایک امیر آدمی تھا۔ وہ اسے خریدنے کے لیے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور کہا اسے مجھے دیدیں میں اس کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: یہ اختیار تو خود اِس کے پاس ہے' اگر یہ واپس جانا چاہے تو چلا جائے' میں بغیر کسی فدیے کے اسے تمہارے حوالے کردوں گا۔ زید کو حاضر کیا گیا اس نے اپنے باپ کی گفتگو سنی تو کہنے لگا: میں واپس نہیں جاؤں گا۔ پیغمبر اکرمؐ نے جب زید کا عشق اور اس کی اسلام اور رسولؐ سے وفاداری ملاحظہ کی' تو کعبہ کی دیوار

کے قریب لوگوں سے فرمایا: میں اسے اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیتا ہوں اور اپنے چچا کی بیٹی جو کہ آزاد ہے سے اس کی شادی کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔اپنی اس حکمت عملی سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورِ جاہلیت کی دو رسمیں توڑ ڈالیں۔ایک غلام کو اپنا بیٹا بنایا دوسرا اس کی آزاد خاتون سے شادی کروادی۔وہ بھی پیغمبرؐ کے چچا کی بیٹی جو ایک غلام کی بیوی بن گئی۔

۲۔ پیغمبرؐ اکرم جب اس جہان فانی سے رخصت ہونے لگے تو ''اسامہ'' کولشکر کی سپہ سالاری سونپ دی اور تمام بزرگوں کو یہ ذمہ داری دی کہ اس اٹھارہ سالہ جوان کی اطاعت کریں اور فرمایا: خدا اس پر لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر میں شرکت سے انکار کرے۔

۳۔ ہجرت مدینہ سے قبل پیغمبر اکرمؐ نے ایک جوان جس کا نام مصعب تھا اسے تبلیغ اسلام کے لیے مدینہ بھیجنے کی ذمہ داری دی' وہ بڑا خوبصورت جوان تھا اور اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور اپنے عزیزوں سے دور مکہ میں حضرتؐ پر ایمان لے آیا۔والدین نے اس سے سب کچھ چھین لیا حتیٰ کہ اس کا لباس بھی،اس نے اپنے گرد ٹاٹ لپیٹا اور پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں چلا آیا اور اپنی وفاداری ثابت کردی اور جنگ احد میں آنحضرتؐ کی نصرت کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔

۴۔حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت ۲۳ سال سے زیادہ کے نہ تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

۵۔ جعفر طیار؛ حضرت علی علیہ السلام کے بھائی تھے۔اس جوان کے ذریعہ افریقہ میں اسلام کی بنیاد پڑی۔

پیغمبرؐ کی دیگر صفات

☆جب پیغمبر اکرمؐ کی ازواج نے یہ درخواست کی کہ جنگی غنائم میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے اور عرض کیا کہ ہماری حالت انتہائی سادہ ہے۔ تو پیغمبرؐ ناراحت ہوئے اور فرمایا: میری زندگی سادہ ہے اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو صبر کرو، اگر نہیں چاہتی! تو میں تمہیں طلاق دینے کے لیے تیار ہوں۔

☆ایک مرتبہ آپ اپنی بیٹی فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ انہوں نے ایک کنگن پہن رکھا ہے اور نیا پردہ بھی لگایا ہوا ہے۔ آپ کچھ کہے بغیر واپس چلے آئے۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا مسئلے کو سمجھ گئیں اور کنگن اور پردہ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں ارسال کر دیا اور یہ پیغام دیا کہ آپؐ جس طرح مناسب سمجھیں اس سے استفادہ کریں۔

☆رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے سامنے اپنا لباس نہیں اتارتے تھے اور نا کسی کے سامنے پاؤں پھیلاتے تھے۔

☆ہشاش بشاش طریقے سے بات کرتے تھے۔ سب افراد پر توجہ رکھتے تھے، بعض اوقات مطلب سمجھانے کے لیے بات کا تین بار تکرار کرتے۔(۱۶۹)

☆آواز دیتے اور جواب دیتے وقت احترام کا لحاظ رکھتے تھے۔ خواتین اور بچوں کے ساتھ بھی یہی رویہ تھا۔(۱۷۰)

☆بیماروں کی دلجوئی اور عیادت کرتے تھے۔(۱۷۱)

☆گھر سے باہر جاتے وقت تیار ہوتے اور صاف ستھرے ہو کر نکلتے تھے۔(۱۷۲)

☆اچھے اور نیک کام کرنے والوں کو انعام دیتے، حالت نماز میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک اچھے اور پر مغز کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کر رہا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ جب نماز تمام کرلے تو اسے میرے پاس لے آنا، جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضرت نے اسے طلائی سکہ ہدیہ کیا اور فرمایا: **وھبت لک الذھب لحسن ثنائک علی اللہ** (۱۷۳) کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور اس کی حمد و شکر نہایت عمدہ طریقے سے ادا کر رہے تھے اس لیے میں نے یہ سکہ تمہیں بخش دیا۔

☆کھانا کھانے اور پانی پینے سے پہلے **بسم اللہ** اور آخر پر **الحمد للہ** کہتے تھے۔

اٹھتے اور بیٹھتے وقت ذکر خدا کرتے تھے۔(۱۷۴)

☆ایک دن کسی مزدور سے سر راہ ملاقات ہوگئی آپؐ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ بڑے سخت ہیں تو اس کا ہاتھ پکڑا اور چوم لیا۔(۱۷۵)

☆جن لوگوں کا احترام کیا جاتا تھا یا لوگ جن پر اعتماد کرتے تھے آپ بھی ان کا احترام کرتے تھے اور کبھی کوئی نہ کوئی ذمہ داری اس شخص کے سپرد کر دیتے۔

☆غلط اور صحیح کام پر لاتعلق نہیں رہتے تھے بلکہ اچھے کام پر شوق بڑھاتے اور برے کام پر تنقید کرتے تھے۔

☆لوگوں کی ہدایت کرنے کی اس قدر فکر رہتی تھی کہ ہمیشہ یہی سوچتے رہتے کہ آیت نازل ہوئی کہ ہم نے قرآن کو اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اس کی وجہ سے مشقت اور پریشانی میں گرفتار ہو جائیں: ﴿مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی﴾(۱۷۶)

☆کسی بھی محفل میں ہر ایک سے اس قدر گرم جوشی سے ملتے کہ وہ یہ خیال کرنے لگتا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ترین شخص وہی ہے۔

☆کبھی آپؐ کے اصحاب یہ درخواست کیا کرتے تھے کہ اپنے دشمنوں کے لیے بددعا کریں، لیکن آپ یہ بات قبول نہیں کرتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے اے میرے پروردگار! ان لوگوں کی ہدایت فرما۔

☆جہاں تک ممکن ہوتا سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ ایک دن کسی خاتون نے اپنے بیٹے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ حضرتؐ سے کہنا کہ اپنی قمیض عطا کردیں۔ وہ بچہ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قمیض کا تقاضا کیا، پیغمبر اکرمؐ نے اپنی قمیض اسے دیدی، اس پر آیت نازل ہوئی: ﴿لَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ﴾ (۱۷۷) آپؐ اس کا حق نہیں رکھتے کہ جو آپ کے پاس

ہے اسے انفاق کردو۔

☆محافل میں دائرے کی صورت میں بیٹھتے، بلند اور نیچی جگہ کا کوئی فرق نہیں رکھتے تھے۔

☆قانون کے اجرا میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے لہٰذا جب ایک معروف قبیلے کی خاتون پر حد جاری ہونے لگی تو دوستوں نے اس کی سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا: قسم بخدا اگر میرا قریبی بھی چوری کرے تو اس پر بھی حد جاری کروں گا۔ قوانین کے اجرا کے دوران کسی میں فرق نہیں رکھوں گا۔

☆پیغمبرؐ اسیروں اور غلاموں کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کرتے تھے آپؐ نے ایک اسیر خاتون سے شادی کی تا کہ آپ کا یہ عمل معاشرے میں اسیروں کو مقام دلا سکے، یہی وجہ بنی کہ مسلمانوں نے بہت سے اسیروں کو رہا کردیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے اپنے لباس اور غذا میں سے انہیں دیا کریں اور جوانمرد کے نام سے بلایا کریں تا کہ وہ ناراحتی کا احساس نہ کریں۔

☆غنی اور فقیر سے آپ کا رویہ مساوی ہوتا تھا، دوران گفتگو غیر ضروری باتوں اور بحث وجدل سے پرہیز کرتے تھے، کبھی بھی کسی کی عیب جوئی اور بدگوئی نہیں کرتے تھے۔

☆آپؐ ہر قسم کی افراط وتفریط سے روکتے تھے۔

ا۔ آپؐ نے جیسے ہی سنا کہ ایک شخص نے اپنی تمام جائیداد وقف

کر دی ہے جبکہ اس کے اولاد بھی تھی اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا تو آپؐ ناراحت ہوئے اور فرمایا یہ افراط گری درست نہیں۔

۲۔ جیسے ہی آپ کو خبر ملی کہ آپؐ کے چند اصحاب نے کھانا اور سونا چھوڑ رکھا ہے بلکہ اپنی بیویوں سے بھی جدا ہو گئے ہیں اور فقط عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے سب کو بلایا اور انہیں تنبیہ کی اور لوگوں کو چاپلوسی سے منع کیا۔

۳۔ جیسے ہی آپؐ نے سنا کہ محاذ جنگ پر ایک عورت کو اسیر کر لیا ہے اور اس کے بعد اسے ان کے مردوں کی لاشوں کے قریب سے گزارا ہے تا کہ اس عورت کو ذہنی اور قلبی دکھ ہو تو آپؐ بہت ناراحت ہوئے اور فرمایا: چاہے عورت کافر ہی کیوں نہ ہو اور جو جنگ میں ہمارے سامنے ہے ہمارا دشمن ہے لیکن اب تو یہ اسیر ہے لہٰذا ہمیں غیر عادلانہ طرز سلوک سے اسے دکھ نہیں دینا چاہیے۔ لہٰذا اس اسیر عورت کو جنازے کے قریب سے گزارنا افراط اور حد اعتدلال سے دور ہونا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادی سیرت

پیغمبرؐ کی خاص سیرت جو آپ کو معنوی کمالات تک لے جانے میں معاون رہی وہ بندگی اور عبودیت تھی۔

☆ اگر آپؐ معراج پر گئے تو اس لیے کہ آپؐ عبد خدا تھے:

﴿أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ﴾ (۱۷۸)

☆ اگر رسالت ملی تو اس لیے کہ آپؐ اللہ کے بندے تھے:

﴿اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ﴾

☆ اگر آپؐ پر وحی نازل ہوئی تھی اس لیے کہ آپؐ اس کے عبد تھے: ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ﴾ (۱۷۹)

☆ پہلا فرمان جو سورہ مزمل میں آپ کو ملا وہ یہ تھا کہ آدھی رات، نصف سے کمتر رات نصف شب سے زیادہ عبادت میں بسر کریں۔

﴿نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا﴾ (۱۸۰)

☆ اور اسی سورہ میں آپؐ کو خطاب ہوا کہ اے پیغمبر! آپؐ کے پاس دن میں بہت سے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے اور بھرپور دن گزارتے ہیں، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ رات کو عبادت کریں اور مجھ سے دل لگائیں۔

☆ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ میں اپنے پیغمبر سے فرمایا: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ شب کا ایک پہر بیداری کی حالت میں گزاریں، تہجد پڑھیں اور عبادت کریں اور یہ اضافی عبادت آپؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (نماز تہجد دوسروں پر واجب نہیں) امید ہے (کہ اس نماز شب کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ آپ کو محمود اور پسندیدہ مقام عطا کرے گا۔

نماز شب

نماز شب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس کے خاص فضائل

ذکر کیے گئے ہیں اور بعض اعمال کا اجر دوگنا' (کلمہ ضعف قرآن میں دوگنا کے معنی میں ہے) کئی گنا (کلمہ اضعاف قرآن میں چند برابر کے معنی میں ہے) یا دس گنا ذکر ہوا ہے' اسی طرح خدا کی راہ میں انفاق (خرچ) کرنے کا اجر بھی بے پناہ ہے یہاں تک کہ راہ خدا میں انفاق کرنا اس بیج کی مانند ہے جسے کاشت کیا جائے اور پھر اس کی سات بالیاں ہوں اور ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں اور یہ سات سو دانوں کے برابر رشد کر جائیں' لیکن جیسے ہی نماز شب کے لیے انسان بستر چھوڑتا ہے تو یہ کہا گیا کہ اس کے اجر کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ یعنی اس کا اجر کئی گنا اور سات سو گنا ہے۔

(كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ) (۱۸۱)

(فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡس مَّا اُخۡفِیَ لَهُمۡ...) (۱۸۲)

نماز شب کے بارے میں روایات کے مطابق یہ اس سے دن میں ہونے والے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں' رزق فراواں ہوتا ہے' صحت رہتی ہے اور قبر نورانی ہو جاتی ہے۔ (۱۸۳)

غلط کام اور روزانہ کے گناہ انسان کو نماز شب سے محروم کر دیتے ہیں۔ (۱۸۴)

اگرچہ قرآن مجید میں طلوع فجر' صبح' عصر' اور شب و روز کی قسم اٹھائی گئی' لیکن سحر کی تین بار قسم اٹھائی ہے: ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ﴾' (۱۸۵) ﴿وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ﴾ (۱۸۶) اور ﴿وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ﴾ (۱۸۷)

شب کی قسم جو ختم ہونے والی ہے کہ جو اسی سحر کی قسم ہے۔

یقیناً شب اور سحر عبادت کرنے کا بہترین موقع ہوتا ہے' حضرت موسیٰ تیس دن اور رات کوہ طور پر رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیس راتیں ﴿ثلاثين ليلة﴾ اور یہ اس لیے ہے کہ شب کے وقت عبادت کرنے کی ایک خصوصیت ہے۔

قرآن مجید میں نماز شب کے لیے پیغمبر کو حکم دیا ہے: ﴿قم الليل﴾ رہبر کے لیے ضروری ہے کہ وہ آرام کم کرے اور روزانہ کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے تضرع کے ساتھ خدا سے متصل رہے' اسی لیے پیغمبر اکرمؐ نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے پے در پے تین بار نماز شب کی تاکید کی اور فرمایا: ﴿عليك بصلاة الليل' عليك بصلاة الليل' عليك بصلاة الليل﴾ (۱۸۸)

ہم حدیث میں پڑھتے ہیں کہ محروم ہے وہ شخص جو نماز شب سے محروم ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا: وہ شخص جھوٹ کہتا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ مجھے دوست رکھتا ہے جبکہ رات کے وقت میرے ساتھ گفتگو کرنے کے بجائے سو جاتا ہے' (۱۸۹) شب کے وقت دو رکعت نماز کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز سے بہتر ہے۔ (۱۹۰)

پیغمبرؐ اکرم کی انفرادی سیرت

علامہ طباطبائیؒ نے تفسیر المیزان کی چھٹی جلد کے صفحہ نمبر ۳۴۱ کے بعد پیغمبر اسلام کی سیرت پر مفصل بحث کی ہے ہم اس میں سے کچھ حصے کا یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

☆ پیغمبر اسلامؐ ہر الٰہی نعمت چاہے وہ معمولی سی ہی کیوں نہ ہو اُسے بہت بڑی نعمت جانتے تھے اور کبھی بھی اس کی مذمت نہیں کرتے تھے۔

☆ مادی اور دنیوی مسائل پر غصے نہیں ہوتے تھے۔

☆ آپ کا ہنستا تبسم کی حد تک تھا، قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

☆ ہر قوم کے بزرگوں کا احترام کرتے تھے۔

☆ جب بھی کسی محفل میں شریک ہوتے تو سب سے آخر پر بیٹھ جاتے (نہ تو لوگوں پر سے پھلانگتے اور نہ انہیں اذیت دیتے)

☆ ایسا سلوک روا رکھتے تھے کہ ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک وہی محبوب ترین شخصیت ہے۔

☆ جو بھی آپؐ سے کوئی حاجت طلب کرتا آپؐ اُسے پورا کرتے یا پھر اچھے انداز سے اسے مطمئن کر دیتے۔

☆ آپ لوگوں کے لیے ایک باپ کی حیثیت رکھتے تھے آپؐ کے سامنے سب برابر تھے۔

☆ آپؐ کی محفل حلم وحیا صدق وامانت کی محفل ہوتی تھی اور اس

مجلس میں آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔

☆ بزرگوں کا احترام کرتے اور بچوں کو محبت اور رحمت سے دیکھتے تھے۔

☆ پرسکون، نرم خو اور اچھا سلوک رکھتے تھے۔

☆ ترش رویہ اختیار کرنا، کسی کو ناروا کچھ کہنا، عیب جوئی کرنا اور کسی کی بیجا تعریف نہیں کرتے تھے۔

☆ جو چیز پسند نہیں کرتے تھے اس پر تنقید کرنے کے بجائے اسے نظر انداز کر دیتے یا غفلت برتتے۔

☆ کسی کو خود سے مایوس نہیں کرتے تھے۔

☆ اہل جدال نہیں تھے، سودے بازی اور بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرتے تھے کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے۔

☆ ان امور پر بات نہیں کرتے تھے جس پر اجر کی امید نہ ہو۔

☆ ہنسنے کے موقع پر لوگوں کے ساتھ مسکراتے تھے تعجب اور تحسین کے وقت لوگوں کا ساتھ دیتے تھے۔

☆ اگر کوئی ناآشنا اور مسافر اپنی گفتار اور کردار کے لحاظ سے آپؐ پر زیادتی کرتا، تو آپؐ اُسے برداشت کرتے تھے۔

☆ جب تک کسی کی گفتار حق سے تجاوز نہ کرتی اس کی بات نہیں کاٹتے تھے اور جب یہ دیکھتے تھے کہ فلاں کی بات حق سے تجاوز کر رہی ہے تو انکار کے ذریعے یا پھر محفل ترک کرکے اس کی بات

کاٹ دیتے۔

☆غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھتے تھے۔

☆اپنے ہاتھ سے اپنے جوتوں کی مرمت کرتے تھے۔

☆خچر پر بغیر کسی کپڑے کے سوار ہو جاتے اور ساتھ کسی اور کو بھی سوار کر لیتے۔

☆اپنے اہل خانہ سے یہ کہتے ایسا پردہ جس پر تصویر ہو اسے میرے سامنے سے ہٹا دو۔

☆خوف خدا کے باعث زیادہ گریہ وزاری کرتے تھے۔

☆ذکر الٰہی میں بہت زیادہ مشغول رہتے، ہر روز ستر بار استغفار کرتے تھے۔

☆بے انتہا سخی، راستگو، باوفا اور ملائم شخصیت کے مالک تھے۔

☆جو کچھ پاس ہوتا اسے راہ خدا میں دے دیتے اور فقط ایک سال کے لیے اخراجات رکھتے تھے۔

☆غربا کے ساتھ بیٹھتے ان کے ساتھ کھانا کھاتے تعلیم یافتہ لوگوں سے خصوصی محبت کرتے تھے۔

☆اپنے خاندان سے صلہ رحمی کرتے اور کبھی بھی اپنے خاندانی تعلق کی بنا پر انہیں کسی افضل پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔

☆قصوروار کا عذر قبول کر لیتے تھے۔

☆لباس اور خوراک سے اپنے غلاموں کی مانند استفادہ کرتے تھے۔

تھے۔

☆ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے تھے۔

☆جب تھکاوٹ محسوس کرتے، تو اپنے اصحاب کے باغات میں چلے جاتے۔

☆کسی کو بھی اس کی غربت کی وجہ سے حقیر نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کسی کے طاقتور ہونے کی بنا پر عزت کرتے تھے۔

☆غصہ دیر سے آتا لیکن بہت جلد راضی ہو جاتے۔

☆سنجیدہ انداز میں وعظ و نصیحت کرتے۔ آپ کا غضب بھی اللہ کے لیے ہوتا تھا، حوادث کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی درخواست کرتے اور اپنے معاملات خدا کے سپرد کر دیتے۔ اپنی قوت اور قدرت پر بھروسہ نہیں کرتے تھے: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (۱۹۱) اور ﴿اُفَوِّضُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ﴾ (۱۹۲) کا نمونہ اور واضح مصداق تھے۔

☆اپنے لباس کو خود رفو کرتے، دودھ دوہ لیتے، غلاموں کے ساتھ مل کر کھانا کھا لیتے، بازار سے اپنی استعمال کی اشیا خود خریدتے، غنی اور فقیر کو ایک ہی انداز سے ملتے، جب تک ہاتھ ملانے والا ہاتھ نہ کھینچ لے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں ہی رہنے دیتے۔

☆سب کو سلام کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ آخر وقت تک بچوں کو سلام کرنا ترک نہیں کروں گا تاکہ میرے بعد یہ عادت باقی رہے۔

☆ خواتین کو بھی سلام کرتے تھے۔

☆ محفل میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔

☆ دو کاموں کے درمیان انتخاب کرتے وقت اپنے لیے مشکل کام کا انتخاب کرتے تھے۔

☆ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

☆ آپ کا خطبہ انتہائی مختصر ہوتا تھا۔

☆ آپؐ اچھی خوشبو والے کے طور پر معروف تھے۔

☆ دسترخوان پر اپنے اطراف میں ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے بلکہ اپنے سامنے سے غذا کھاتے تھے۔

☆ پانی پینے کے دوران تین وقفے کرتے تھے یعنی تین سانس لیتے تھے۔

☆ سب کو یکساں طور پر دیکھتے تھے اور کبھی مزاح بھی فرماتے لیکن حرف حق کے علاوہ کچھ نہ کہتے تھے۔

☆ ایک دن کسی عربی شخص نے آپ کو ہدیہ دیا' آپ سے اس ہدیے کی قیمت لینا چاہی! تو آپ مسکرا دیئے اور اس کے بعد جب بھی پیغمبرؐ افسردہ ہوتے تو کہتے اے کاش وہ عربی مرد آ جاتا۔

☆ ہمیشہ بیٹھتے وقت رو بہ قبلہ بیٹھتے۔

☆ جب آپؐ کسی مرکب پر سواری کرتے تو کسی کو اپنے ساتھ پیدل چلنے کی اجازت نہ دیتے یا پھر اسے بھی سوار کر لیتے یا فرماتے

تم چلو ہم فلاں مقام پر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔

☆ کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا' بلکہ اسے معاف کر دیتے تھے۔

☆ اگر تین دن تک اپنے دوستوں کو نہ دیکھتے تو خود انہیں ملنے چلے جاتے' اگر ان میں سے کوئی سفر پر ہوتا تو اس کے لیے دعا فرماتے' اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت کرتے' اگر تندرست ہوتا تو پھر اسے دیکھنے کے لیے چلے جاتے۔

☆ انسؓ کہتے ہیں کہ میں نو سال تک پیغمبرؐ کا خادم رہا' مجھے یاد نہیں کہ اس دوران انہوں نے کبھی یہ کہا ہو کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا اور یہ اس طرح کیوں کیا' حتیٰ اگر ازواج پیغمبرؐ میرے کسی کام پر میری سرزنش کرتیں' تو آپؐ فرماتے اسے معاف کر دو مقدر ایسا تھا۔

☆ لوگوں کا بڑے احترام سے نام لیتے (کنیت اور لقب) اور یہاں تک بچوں سے بھی ایسا ہی سلوک کرتے اور اس طرح انہیں اپنا گرویدہ بنا لیتے۔

☆ کھانے پینے کی جو چیز بھی انہیں ہدیہ کی جاتی اسے تناول فرماتے لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

☆ سورج طلوع ہونے کے بعد کام کی غرض سے گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔

اپنی مونچھوں کے بال اور ناخن کاٹتے اور انہیں دفن کر دیتے۔

☆ سرمہ' مسواک' عطر اور بدن کی صفائی. کے علاوہ اضافی بالوں کو

نورہ کے ذریعے صاف کر دیتے یہاں تک کہ عطر پر خورد و نوش سے
زیادہ خرچ ہو جاتا' ایک جمعہ ایسا آیا کہ آپؐ کے پاس عطر نہیں تھا'
اپنی زوجہ کا سکارف جس پر عطر لگا ہوا تھا اسے گیلا کیا اور چہرے اور
سر پر مل لیا تاکہ عطر کے اثرات منتقل ہو جائیں۔

☆عید کے دن پہلے اپنی زوجہ کے عطر لگاتے پھر اپنے لگاتے' تیل
سے اپنے بدن کی مالش کرتے۔

سفر کے لیے جمعرات کا دن منتخب کرتے' دوران سفر آئینہ' سرمہ
اور مسواک اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔

☆طبیعی انداز سے سفر کرتے تھے' اترائی پر لا الہ الا اللہ اور
اوپر چڑھتے وقت تکبیر بلند کرتے۔ دوران سفر جب کسی جگہ ٹھہرنے
کے لیے منتخب کرتے تو وہاں اس وقت دو رکعت نماز ادا کرتے اور
فرماتے زمین کا یہ حصہ میری نماز کا گواہ ہے۔

☆جب مؤمنین کو سفر کے لیے الوداع کرتے' تو سفر کی دعا یہ ہوا
کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہارا' زادِراہ قرار دے اور تمہیں ہر خیر
سے نوازے اور ہر میدان میں کامیابی عطا کرے اور تمہارا دین و دنیا
سالم رہے۔ سلامتی اور کامیابی کے ساتھ واپس آؤ۔

☆سبز اور سفید لباس پسند فرماتے۔

☆روز جمعہ کے لیے مخصوص لباس پہنتے تھے سر پر عمامہ رکھتے اور
سیدھے ہاتھ میں انگشتری پہنتے۔

☆لباس دائیں طرف سے اتارتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کا
شکر ہے جس نے مجھے لباس پہنایا تاکہ میری زیبائی کی حفاظت
ہوتی رہے۔

☆جب نیا لباس پہنتے تو پرانا لباس کسی مسکین کو دے دیتے اور
فرماتے جو بھی خدا کے لیے کسی مسکین کو لباس دیتا ہے تو جب تک وہ
مسکین اسے استعمال کرتا ہے تو وہ اس وقت تک لباس دینے والا خدا
کی پناہ اور حفاظت میں ہوتا ہے۔

☆صف پر سو جاتے' سوتی لباس پہنتے تھے' اور خاص مواقع پر اونی
لباس بھی پہن لیتے تھے۔

☆جیسے ہی نیند سے بیدار ہوتے تو خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز
ہو جاتے اور نماز کے وقت فرماتے' میری آنکھوں کا نور نماز میں
ہے اور لذت اپنے گھر والوں کے ساتھ وقت گزارنے میں ہے۔

☆اپنی نسل (حسن و حسین علیہما السلام) کے ساتویں روز عقیقے
کر دیئے اور نومولود کے بالوں کے وزن برابر چاندی فقرا میں تقسیم
کر دی۔

☆حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ حضرت عیسیٰ زاہد تھے
لیکن پیغمبر اسلامؐ ان سے بڑے زاہد تھے۔

☆مہمان کے طور پر اگر کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول
کر لیتے۔

☆اگر دسترخوان پر کھجور ہوتی تو اسی سے کھانے کا آغاز کر دیتے۔

☆دو لقموں کے درمیان خدا کا شکر بجالاتے۔

☆غذا کے بعد خلال کرتے تھے۔

پانی پیتے وقت ﴿بسم اللہ﴾ پڑھتے۔

☆پانی پر پھونکیں نہیں مارتے تھے۔

☆کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھوتے۔

☆گرم کھانا کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔

☆(لوگوں سے ملاقات سے قبل) پیاز اور لہسن نہیں کھاتے تھے

☆اکیلے کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور دوسروں کو اپنا مہمان بناتے تھے۔

☆عید قربان پر دو حیوان ذبح فرماتے ایک اپنی جانب سے اور دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے جو حیوان خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

☆تشییع جنازہ کے وقت غمناک رہتے اور کم بولتے تھے۔

☆کم مقدار پانی سے وضو کرتے اور تقریباً تین کلو پانی سے غسل کر لیتے۔

☆مسواک ہمیشہ آپؐ کے پاس ہوتی تھی حتیٰ تکیے کے نیچے رکھ لیتے۔

☆پیغمبر اکرمؐ کی مستحب نمازیں واجب نمازوں سے دگنا تھیں۔

☆جب نماز شب کے لیے بیدار ہوتے تو سب سے پہلے آسمان

کے اطراف میں نگاہ ڈالتے اور سورہ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے۔

☆ماہ رمضان میں اپنی مستحب نمازوں میں اضافہ فرمادیتے۔

☆اگر کوئی پیغمبر اکرمؐ کے قریب آبیٹھتا اور اسے کوئی کام ہوتا، تو آپ نماز مختصر کر دیتے تاکہ اگر اس کی کوئی حاجت ہے تو اسے پورا کیا جائے۔

☆رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مسجد میں معتکف ہو جاتے اگر کسی ماہ رمضان میں یہ موقع نہ ملتا تو بعد والے ماہ رمضان میں دو برابر یعنی بیس دن معتکف ہوتے، اور تیسرے عشرے میں اپنا بستر لپیٹ دیتے تھے۔

☆اپنی اہل بیت کو رمضان المبارک تیسویں (۲۳) کی شب (شب قدر) بیدار رکھنے کے لیے ان کی چہروں پر پانی کی چھینٹے دیتے، فاطمہ زہرا علیہا السلام بھی اپنے بچوں کے لیے ایسا ہی کرتیں اور یہ فرمایا: محروم تو وہ ہے جو اس نیک رات سے محروم رہا۔

جو، ان چند صفحوں پر تحریر کیا وہ تفسیر المیزان کی چھٹی جلد میں مذکور ہے۔

البتہ یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل تھا لیکن آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ کو جو ازواج، ہمسایہ، دوست، دشمن، فقیر، غنی، کافر، منافق، مشرک، تمام ممالک کے بادشاہوں یا سربراہوں کے ساتھ، آپؐ کی تبلیغی اور ارشادی سیرت کو آیات و روایات اور

تاریخ سے حاصل کرنا چاہیے اور ہم اللہ تعالیٰ کے لطف و مہربانی سے آیات قرآنی سے آنحضرتؐ کی سیرت کشف کر چکے ہیں اور ہم جو پیغمبر اکرم کی انفرادی سیرت آپ کے سامنے بیان کریں گے تو آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنی گفتار اور اخلاق کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے موازنہ کیجئے اور خود کو پرکھیں اور نمبر دیں اور فاصلہ جتنا زیادہ محسوس ہو اس قدر اللہ تعالیٰ سے معذرت طلب کریں۔

خود کو عام انسان ظاہر کرتے تھے

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے کہ لوگوں سے وہ کہیں جو وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے اس کے علاوہ کوئی توقع یا کسی اور نگاہ سے نہ دیکھیں۔ ان روابط پر توجہ کیجئے:

۱۔ کہہ دو میں تمہاری طرح کا بشر ہوں: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾(۱۹۳)

۲۔ میں خود اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو خدا چاہے: ﴿لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ﴾(۱۹۴)

۳۔ قیامت کا علم فقط اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں کچھ نہیں جانتا۔ ﴿قل اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾(۱۹۵)

۴۔ مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ مجھ پر کیا گزرے گی: ﴿وَ مَآ اَدْرِىْ

مَا يُفْعَلُ بِىْ﴾(۱۹۶)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف عاشقانہ انداز میں وحی وصول کرنے کے طالب ہوئے اور دوسری طرف بھی شب قدر میں آیات کا مجموعہ دریافت کیا۔ جب جبرائیل آیات کو بتدریج پڑھتے تھے تو پیغمبر اکرمؐ پڑھنے میں جلدی کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تاکید کی کہ جب تک وحی ختم نہ ہو اس وقت تک قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے اپنے علم میں اضافہ طلب کرو۔ اس تاکید سے چند نکات کا استفادہ ہوتا ہے:

۱۔ جب تک مقررہ موقع نہ آ جائے جلد بازی کا کوئی فائدہ نہیں اور جہاں موضوع واضح اور قطعی ہو تو پھر پیچھے ہٹنا اور جان چھڑانا مناسب نہیں اسی لیے قرآن مجید کی آیات سرعت اور سبقت لینے کی دعوت دیتی ہیں (۱۹۷) اور جلد بازی سے منع کرتی ہیں۔ (سورہ قیامت کی آیت ۱۸ میں آیا ہے (**لا تحرک به لسانک لتعجل به**))

۲۔ علم و دانش کی کوئی انتہا نہیں اس لیے کلمہ "فارغ التحصیل" کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ مامور تھے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے علم میں اضافے کی دعا کریں۔

۳...... حقیقی علم قرآن مجید ہے، کیونکہ ہم اس آیت میں پڑھتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے میں جلد بازی نہ کرو: ﴿لا تعجل

بالقرآن ﴾ پھر فرمایا: ﴿و قل ربّ زدنی علماً ﴾ یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآنی آیات کا سرچشمہ علم الٰہی ہے۔

۴۔ کمالات میں زیادتی قابل اہمیت ہے' البتہ مال و دولت کا جمع کرنا اور مقام کا لالچ پسندیدہ نہیں ہے لیکن علم کا حصول جتنا زیادہ ہو اتنا بہتر ہے۔

۵۔ علم کا زیادہ ہونا وہاں اہمیت رکھتا ہے جہاں وہ انسانی ظرفیت (Capacity) میں زیادتی کا باعث بنے' اگر انسانی استعداد محدود ہو اور کمالات زیادہ ہوں' تو یہ نقصان دہ عمل ہوگا۔ لہٰذا قرآن مجید میں ارشاد ہوا: ﴿زدنی علما ﴾ کہ مجھے علم و دانش کے ساتھ بڑا کر' یہ نہیں کہا؛ ﴿زد علمی ﴾ میرا علم زیادہ کر۔ انسانوں کے بہت سے مظالم اس لیے ہوتے ہیں کہ علم ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن کی ظرفیت کم ہے۔

پیغمبرؐ کی تبلیغی سیرت

جب سورہ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۴ نازل ہوئی: ﴿ وانذر عشیرتک الاقربین ﴾ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عزیز و اقربا کو کھانے کی دعوت دی' کھانے کے بعد آپؐ نے بات کا آغاز کرتے ہوئے انہیں شرک کو ترک کرنے اور بت پرستی سے منع فرمایا۔(۱۹۸)

دعوت کا آغاز محبت و مہربانی سے ہو اور اپنے عزیز و اقربا سے اس کا آغاز کیا جائے۔ عزیز و اقربا کی قبولیت دوسروں کے لیے راستہ ہموار کردے گی۔

ثانیاً انسان کی اپنے عزیزوں کے مقابل زیادہ ذمہ داری ہے اور رشتہ داری کو نہی عن المنکر میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

مہمانوں کی تعداد پینتالیس بتائی گئی ہے' لیکن ابولہب نے اپنی بے ہودہ گفتگو سے اس نشست کو درہم برہم کردیا۔ آنحضرتؐ نے ایک اور دعوت دی کھانے کے بعد آپؐ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا۔

فقط ایک نوجوان نے آپؐ کی دعوت کا مثبت جواب دیا اور وہ حضرت علی علیہ السلام تھے' پیغمبرؐ نے فرمایا: یہ میرا بھائی' میرا وصی میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے' لہٰذا اس کی بات غور سے سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔(۱۹۹)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سال تک خفیہ تبلیغ کی یہاں

تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۲۰۰) جو حکم مل چکا ہے اس کا اعلان کرنا آپ کی ذمہ داری ہے اور مشرکین سے دوری اختیار کرو (ان پر اعتماد نہ کرو) ہم مذاق کرنے والوں کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی دعوت کا کوہ صفا کے دامن میں اور مسجد الحرام کے قریب واضح اعلان کر دیا اور فرمایا: اگر میری دعوت قبول کرلو گے تو دنیا و آخرت کی عزت تمہارے لیے ہوگی۔ لیکن انہوں نے اسے مذاق سمجھا اور آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کے پاس شکایت کی غرض سے آئے کہ محمدؐ ہمیں فریب دے رہا ہے اگر وہ مقام و مرتبہ، دولت یا عورت کا خواہشمند ہے تو ہم اسے دے دیتے ہیں۔

پیغمبرؐ نے اپنے چچا سے کہا: میری بات اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور میں اس سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا' کفار نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: کہ محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم خود اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں' لیکن حضرت ابوطالبؑ نے یہ قبول نہ کیا۔(۲۰۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ سے یہ وعدہ کیا کہ ہم ان مذاق اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے اور تمہیں یہ کوئی نقصان پہنچانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

پیغمبر اسلامؐ لوگوں کو دعوت دینے میں پیش پیش رہتے تھے اور یہ

عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر وہ اپنے تمام حقیقی مقاصد حاصل نہ کر سکے تو کم از کم کوشش اور بعض مقاصد تک پہنچنے کی دعوت کا کام کرتے رہیں گے' جہاں تک ممکن ہو دوسروں کے صحیح عقائد اور مقدسات کا احترام کیا جائے' تبلیغ کے مراحل میں سے ایک مشترکات کی تبلیغ اور دعوت دینا تھا۔

اس بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب کو مشترکات کی دعوت دینے پر مامور تھے: ﴿قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا﴾ (۲۰۲) کہہ دو اے اہل کتاب! اس کلمے پر آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔

مدینہ کے دو شخص پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں مکہ آئے۔ حضرتؐ نے ان کے لیے سورہ انفال کی آیت: ۱۵۱'۱۵۲ تلاوت فرمائی۔ وہ دونوں مسلمان ہوگئے اور اپنے لیے ایک مبلغ و نمائندے کا مطالبہ کیا اور حضرتؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔ مدینہ میں یہ اسلام کا آغاز تھا۔ اگر ہم، ان دو آیات پر غور کریں تو پیغمبرؐ نے جو تبلیغی سیرت دعوت کے آغاز میں اختیار کی اس میں جو کلیات بیان ہوئی ہیں وہ عقل و فطرت اور سالم ضمیر کے ساتھ سازگار ہیں۔ نیز آسمانی ادیان کی مشترکات میں سے ہیں کیونکہ توریت میں سفر

خروج باب ۳۰ انہیں آیات کی طرح ہے۔ لہٰذا دعوت کے آغاز میں سادہ انداز اپنایا جائے اور ایسے مطالب بیان کیے جائیں جنہیں فطرتی طور پر ہر عقل و وجدان قبول کر لے۔ سورہ انفال کی وہ دو آیات کونسی ہیں؟

شرک سے دوری اختیار کرنا، آدم کشی سے بچنا، اولاد کے قتل سے اجتناب کرنا، ناپ تول میں کمی سے پرہیز کرنا، غیر عادلانہ گفتار سے پرہیز کرنا، فحشا اور مال یتیم میں تصرف سے دوری اختیار کرنا، والدین کا احترام کرنا اپنے عہد و پیمان کی پابندی، حتی المقدور اپنی ذمہ داری ادا کرنا۔

آج جو لوگ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں ان کے لیے یہ عمل کتنا خوبصورت ہے کہ وہ قرآن مجید کے پھیلائے ہوئے دسترخوان پر بیٹھیں اور یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کون سے سال لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے کیا پیغام بھیجا اور اسی طرح تبلیغ و تعلیم کی روش کے لیے قرآن مجید سے الہام لیں۔

مثال کے طور پر ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ بچے کو کتنی مدت کے لیے آزاد چھوڑا جائے اور تین سال بعد اسے کونسا پہلا کلمہ یاد کروائیں، کچھ مدت کے بعد دوسرا کونسا کلمہ یاد کروائیں، اسی طرح بڑے بچوں کے لیے ہے کہ دعوت کے آغاز میں کیا کہا جائے، طاغوت کے سامنے جیسے فرعون یا اس کی مانند ہیں وہاں کس انداز

اور لہجے میں بات کی جائے زمان و مکان کی شرائط کے علاوہ نفسیاتی مراحل اور ان کی شان نزول یہ سب امور ایسے لوگوں کے لیے انتہائی اہم ہیں جو کسی شعبے میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں یہ سلسلہ ان کے لیے نفسیاتی تربیت کے ساتھ تبلیغاتی بھی ہوگا۔

پیغمبرؐ کی عملی سیرت

مدینہ میں پہلا کام جو حضرتؐ نے انجام دیا وہ مسجد بنانا تھا۔ جو عبادت و وحدت، مشاورت و خدمت اور قضاوت کا مرکز تھا، بعض امور کا مصمم ارادہ کرنا، تمام انبیا کی سیرت میں ہمیں مسجد اور نماز کے ایک محور کے طور پر نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خشکی کے پہلے نکتے پر کعبہ اور پھر اس کے نیچے زمین کو رکھ دیا۔

مسجد کی تعمیر میں خود پیغمبر اکرم نے حصہ لیا، خواتین کے لیے بھی ایک وقت مقرر کر رکھا تھا جب وہ مردوں کی جگہ کام کرتی تھیں، اس طرح سب مسجد کے بنائے جانے میں شریک ہوئے۔ یہ ایسی مسجد تھی جو کھجور کی لکڑی کے بنائے گئے دس تنوں پر مشتمل تھی لیکن اس نے پوری دنیا کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔

ایک اور عملی سیرت برادری کو رواج دینا تھا، ہم سورہ حجرات کی آیت نمبر۱۰ کو تفسیر نور سے یہاں پر بیان کرتے ہیں۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

یقیناً مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان (اختلاف اور نزاع کے دوران) صلح اور محبت قائم کیجئے اور خدا سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت، مومنین کے رابطے کو یہ شکل دے رہی ہے کہ گویا وہ آپس

میں دو بھائی ہیں اس تعبیر میں کئی نکات پوشیدہ ہیں۔

الف: دو مومن بھائیوں کی دوستی، عمیق اور پائیدار ہوتی ہے۔

ب: دوستی طرفین سے ہوتی ہے یکطرفہ نہیں۔

ج: دو بھائیوں کی دوستی کی بنیاد فطرت اور طبیعت کے مطابق ہے نہ کہ مادی یا دنیوی پہلو سے۔

د: دو بھائی بیگانوں کے مقابلے میں ایک ہیں اور ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں۔

ھ: دونوں بھائیوں کی اصل و رشتہ ایک ہے۔

و: برادری پر توجہ دینے سے یہ عمل برداشت اور چشم پوشی کا موجب بنتا ہے۔

ز: وہ اس کی خوشی میں خوش اور غمی میں غمگین ہوتا ہے۔

آج محبت کے اظہار کے لیے یہ کلمات، رفیق، دوست، ہمشہری اور ہموطن استعمال ہوتے ہیں لیکن اسلام نے برادر کا لفظ استعمال کیا جو بڑا گہرا معنی رکھتا ہے۔

حدیث میں دو دینی بھائیوں کو دو ہاتھوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ (۲۰۴)

اس آیت اور ماقبل آیت میں **اصلحوا** کا حکم تین بار آیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اسلام معاشرے کے افراد کے درمیان صلح اور دوستی کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔

ماقبل آیت میں فرمایا: فَأَصْلِحُوا...... وَأَقْسِطُوا عدالت

کے ساتھ صلح کروائیں اور اس آیت میں فرمایا: فَاَصْلِحُوْا ...... وَاتَّقُوا صلح کرواتے وقت خدا سے ڈرنا' اگر آپ کو صلح کروانے کے لیے منتخب کیا جائے' تو خدا کو مدنظر رکھنا اور اس کے مطابق حکم دینا' ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ صلح کروانے کی کوشش کسی پر ظلم وستم کا باعث بن جائے۔

اخوت و برادری

اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اصلاحات کا عمل بنیاد یا ریشہ سے شروع کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہا: ﴿اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (۲۰۴) تمام عزت خدا کے لیے ہے' تو پھر کیوں صاحب عزت بننے کے لیے اِدھر اُدھر جاتے ہو؟ یا فرمایا: ﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (۲۰۵) تمام قدرت خدا کے لیے ہے؟ تو پھر کیوں ہر لحہ کسی شخصیت کے گرد گھومتے ہو؟ اس آیت میں فرمایا: سب مؤمنین آپس میں بھائی ہیں' اب ہم سب بھائی ہیں تو پھر یہ جنگ وجدل کس لیے؟ ہم سب کو ایک دوسرے کا دوست ہونا چاہیے۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی پہلو سے لوگوں کی فکری اور اعتقادی لحاظ سے اصلاح کی جائے۔

برادری اور اخوت کا بیان کرنا اور اس لفظ کا یہ استعمال اسلام نے شروع کیا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو چالیس (۷۴۰) افراد کے ہمراہ

ایک علاقے (نخیلہ) میں تشریف فرما تھے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مابین عقد برادری باندھا ہے' تو حضرتؐ نے بھی اپنے اصحاب کے درمیان عقد برادری باندھا اور سب کسی نہ کسی کے بھائی بن گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کا بھائی قرار دیا' اسی طرح حضرت عثمانؓ کو عبدالرحمٰنؓ کا' سلمانؓ کو ابوذرؓ کا' طلحہ کو زبیر کا' مصعبؓ کو ابوایوبؓ انصاری کا' حمزہؓ کو زیدؓ بن حارثہ کا' ابودرداءؓ کو بلالؓ کا' جعفر طیارؓ کو معاذ بن جبلؓ کا' مقدادؓ کو عمارؓ کے ساتھ' عائشہؓ کو حفصہؓ' ام سلمہؓ کو صفیہؓ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اخوت کا رشتہ قائم کیا۔ (۲۰۶)

جنگ احد کے موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ شہدا میں میں دو عبداللہؓ بن عمر اور عمرؓ بن جموع جن کے درمیان برادری کا رشتہ تھا کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ (۲۰۷)

برادر نسبی' ایک دن علیحدہ ہو جائے گا: ﴿فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ (۲۰۸) لیکن دینی بھائی کا تعلق حتیٰ کہ روز قیامت بھی قائم رہے گا: ﴿اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ (۲۰۹)

اخوت کا رشتہ فقط مردوں کے لیے نہیں بلکہ اس تعبیر میں خواتین بھی شامل ہیں: ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً﴾ (۲۱۰)

دوستی اور بھائی چارہ فقط خدا کے لیے ہو۔ اگر کوئی دنیا کی خاطر کسی کو

دوست بنائے تو وہ جس چیز کا منتظر ہے اسے نہیں ملے گی نیز روز قیامت وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔(۲۱۱) قرآن مجید میں ارشاد ہوا: روز قیامت دوست آپس میں دشمن ہو جائیں گے سوائے متقین کے: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾ (۲۱۲)

بھائی بنانے سے زیادہ اہم ذمہ داری اس برادری کی حفاظت کرنا ہے۔ روایات میں ایسے لوگوں پر سخت تنقید کی گئی ہے جو اپنے دینی بھائی کو چھوڑ دیتے ہیں، اگر تمہارے دینی بھائی تم سے دوری اختیار کرلیں تو تم ان کے قریب جاؤ اور آنا جانا شروع رکھو: ﴿صِلْ مَنْ قَطَعَک﴾(۲۱۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مؤمن، مؤمن کا بھائی ہے، ایک جسم کی مانند ہے جب جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو پورا بدن متاثر ہوتا ہے۔(۲۱۴) سعدیؒ نے اس حدیث کو شعر کی صورت دی ہے:

بنی آدم اعضای یک پیکرند
که در آفرینش زیک گوهرند
چو عضوی به درد آورد روزگار
دگر عضوها را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی
نشاید که نامت نهند آدمی

(ترجمہ: بنی آدم ایک جسم کے حصے ہیں کیونکہ ایک گوہر سے خلق ہوئے ہیں، اس لیے ایک عضو میں درد ہونے سے دوسرے اعضا بے قرار ہو جاتے ہیں اگر تم دوسروں کے غم میں شریک نہیں ہوتے تو پھر تمہیں انسان کہنا مناسب نہیں۔)

برادری کے حقوق

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی پر تیس کے قریب حقوق ہیں اور اسے ادا کرنے چاہئیں۔

۱۔ بخشش و مہربانی کرنا۔

۲۔ اس (دوست) کے رازوں کی پاسداری کرنا۔

۳۔ اس کے اشتباہات کا ازالہ کرنا۔

۴۔ اس کی معذرت قبول کرنا۔

۵۔ اس کے بدخواہوں سے اس کا دفاع کرنا۔

۶۔ اس کی خیر خواہی کرنا۔

۷۔ اس کے ساتھ کیے گئے وعدوں پر عمل کرنا۔

۸۔ جب وہ مریض ہو تو اس کی عیادت کرنا۔

۹۔ اس کی تشیع جنازہ کرنا۔

۱۰۔ اس کی دعوت اور تحفہ قبول کرنا۔

۱۱۔ اس کے تحفوں کا جواب دینا۔

۱۲۔اس کی خدمات کا اعتراف کرنا۔

۱۳۔اس کی مدد کرنے کی کوشش کرنا۔

۱۴۔اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا۔

۱۵۔اس کی حاجت روائی کرنا۔

۱۶۔اس کی مشکلات کے حل کے لیے تگ و دو کرنا۔

۱۷۔اس کے سلام کا جواب دینا۔

۱۸۔اس کی بات اور گفتار کا احترام کرنا۔

۱۹۔اس کے لیے اچھے تحفے کا انتخاب کرنا۔

۲۰۔اگر وہ قسم اٹھائے تو اسے قبول کر لینا۔

۲۱۔اس کے دوستوں سے محبت کرنا۔

۲۲۔مشکل حالات میں اسے تنہا نہ چھوڑنا۔

۲۳۔جو اپنے لیے چاہو وہی اس کے لیے پسند کرنا۔(۲۱۵)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ کے بعد فرمایا: مسلمانوں کا خون ایک ہے۔ اگر ان میں سے کوئی کسی کو پناہ دے، تو دوسرے اس کے اس عہد کی پابندی کریں اور مشترکہ دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں۔﴿وھم ید علی مَن سواھم﴾(۲۱۶)

دفاعی نظام کی تقویت میں سیرت پیغمبرؐ

سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۰

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾

دشمن سے (مقابلے کے لیے آمادگی) نبرد آزما ہونے کے لیے جتنی طاقت ہے اسے فراہم کرو، گھڑ سوار بھی تا کہ اللہ کا دشمن اور تمہارا دشمن جسے تم (ان کے علاوہ) نہیں جانتے، لیکن خدا انہیں جانتا ہے ان کے ذریعے انہیں ڈراؤ، خدا کے راستے میں (اسلام کی دفاعی بنیاد کی تقویت) جو تعاون کر سکتے ہو کرو، تمہیں اس کا کامل اجر ملے گا اور تم پر کوئی ستم روا نہیں رکھا جائے گا۔

اس آیت سے پیغمبر اکرمؐ کی یہ سیرت واضح ہوتی ہے۔ اسی لیے جب آپ اس سے باخبر ہوئے کہ یمن میں جدید اسلحہ بنایا گیا ہے تو آپؐ نے فوراً ایک شخص کو اسے حاصل کرنے کے لیے یمن بھیج دیا، علاوہ ازیں امت کو تیار رکھنے کے لیے گھڑ سواری، تیر اندازی کے مقابلے کرواتے رہتے اور پھر انہیں انعامات سے نوازتے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حوالے سے جو بھی طاقت یا ہمت رکھتے ہوں اسے بروئے کار لائیں۔ اسی طرح حکومت اسلامی اپنا کثیر بجٹ دفاعی امور کے لیے وقف کرے اور خدا کے دشمنوں کو اور خود اپنے دشمنوں کو ڈرائے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوجی تربیت حاصل کریں اور تمام امکانات سے فائدہ اٹھائیں' اپنی تمام سیاسی' نظامی' تبلیغی اور تیاری کے معاملات سے دشمن پر رعب و دبدبہ برقرار کرنے کے لیے ہمت کا مظاہرہ کریں۔ یہاں تک کہ حدیث میں ہے کہ اپنی داڑھی اور سر کے بالوں کو خضاب لگائیں تاکہ دشمن کہیں یہ نہ سمجھے کہ اسلامی فوج میں تو بوڑھے ہی بوڑھے ہیں۔

ہر جگہ مذاکرات اور گفتگو سے مسائل حل نہیں ہوتے' دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لیے حتیٰ خواتین کو بھی فوجی تربیت دی جائے' دشمن سے مقابلے کی تیاری اتنی ہو کہ اس میں حملہ کرنے کی جرأت نہ رہے۔

وحدت اور اتحاد بھی قدرت و طاقت کی ایک قسم ہے۔ اسے بھی حاصل کیا جائے کیونکہ اختلاف اور تفرقہ سے نہ تو مسلمان قدرتمند ہو سکیں گے اور نہ ہی دشمن پر رعب ڈالا جا سکے گا۔

دشمن کو ڈرانے کیلئے طاقت وقدرت ﴿مِّنْ قُوَّةٍ﴾ کے ساتھ جنگی وسائل بھی ﴿مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ ضروری ہیں۔

ہیں یہ جان لینا چاہیے کہ ہمارے سب دشمن جانے پہچانے نہیں بعض دشمن مناسب موقع کی تلاش میں چھپی ہوئی چنگاری کی مانند ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ اس لیے فقط جانے پہچانے دشمنوں کے لیے پروگرام نہ بنائیں بلکہ انجانے دشمنوں کے مقابلے کے لیے بھی تیار رہیں۔

محاذ پر مالی تعاون کی اہمیت کو کم نہ سمجھیں نہ فقط مالی لحاظ سے بلکہ عزت کے لحاظ سے' اطلاعات' ثقافتی' تبلیغی تعاون بھی لازمی ہے۔ کیونکہ یہ آیت: ﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ﴾ مطلق ہے اس لیے تمام وسائل اس میں شامل ہیں۔

یہ بات کہنے کی ضرورت ہے کہ یہ سب تیاری' انفاق اور کوشش خدا کے لیے ہو: ﴿فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ خودنمائی کے لیے نہ ہو' ریاکاری دولت کے زور پر یا پھر اجتماعی حیثیت کا رعب نہ ہو۔

سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۰ کے آخر میں ہم پڑھتے ہیں کہ اس تیاری اور وسائل کی فراہمی اور دشمن کے مقابل ڈٹ جانے اور حکومت کی پشت پناہی وحمایت کا فائدہ خود تمہیں ہوگا اور تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کیونکہ قدرت' عزت اور استقلال کے سائے میں تمہاری اقتصادی حالت بہتر ہو جائے گی اور اس طرح تم مکمل امن وسکون سے رہ سکو گے۔

پیغمبرؐ اور مجاہدین

دشمن کے ساتھ جہاد اور مبارزہ آرائی کرنا ایک سخت کام ہے دوسری طرف لوگوں کو ایمان، صبر اور آگاہی کی ضرورت رہتی ہے۔ رہبر کی طرف سے تبلیغ اور تشویق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے ارشاد فرمایا:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ط اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ج وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾

اے پیغمبر! مؤمنین میں ان (کفار) سے برسرپیکار رہنے کا شوق پیدا کرو، اگر تم میں بیس افراد پائیدار ہوں تو وہ دو سو لوگوں پر برتری حاصل کریں گے۔ اگر تم میں سے ایک سو افراد آمادہ ہوں تو وہ کفار کے ہزار لوگوں پر غلبہ پالیں گے، کیونکہ یہ ایسے گروہ سے ہیں جو (ایمان کے اثرات) نہیں سمجھتے۔ (۲۱۸)

اسلام میں اس لیے ایمانی طاقت، صبر و آگاہی اور پیغمبر اکرمؐ کی تشویق کا کسی بھی جنگ میں تعداد کے اعتبار سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ بدر میں ۳۱۳ کا مقابلہ ۱۰۰۰ سے، جنگ احد میں ۷۰۰ کا مقابلہ ۳۰۰۰ سے، جنگ خندق میں ۳۰۰۰ کا مقابلہ ۱۰۰۰۰ سے اور جنگ موتہ میں ۱۰۰۰۰ کا مقابلہ ایک لاکھ سے ہوا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے فرمان کے مطابق ﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ مؤمنین میں جہاد کا شوق پیدا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ دے رکھا تھا کہ بیس صابر مؤمنین دو سو افراد پر ﴿عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ اور ایک سو افراد ایک ہزار لوگوں پر کامیابی حاصل کرلیں گے ﴿مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس طرح نصرت کا وعدہ پورا کیا، البتہ اس آیت میں کامیابی کے راز کے لیے تین کلمے نظر آتے ہیں۔

کلمہ ﴿الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ﴿صَابِرُوْنَ﴾ مسلمانوں کے لیے اور کلمہ ﴿لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ کفار کے لیے آیا ہے کہ جس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو گہری فکر کا حامل ہونا چاہیے۔

یہ بات کہیں رہ نہ جائے کہ بعد والی آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ خدا نے تمہارے اندر کمزوری دیکھی، تو تمہیں رعایت دی ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا﴾ (سورہ انفال/آیت ٦٦)

اگرچہ تمہاری تعداد زیادہ ہے لیکن تم میں جرأت کا فقدان ہے اور اس ارادے کی کمزوری نے تمہاری رزمی طاقت دس گنا سے کم کر کے دوگنا کردی۔ لیکن اس کے باوجود کہ تم باایمان ہو پھر بھی کفار کی نسبت دگنی طاقت رکھتے ہو، اس لیے کم از کم ایک سو مؤمنین دو سو

افراد پر غالب رہیں گے: ﴿مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾
اس لیے ہزار افراد کو دو ہزار لوگوں پر غالب آنا چاہیے۔ ﴿اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ﴾
کبھی انتظامی طور پر مدیریت میں شرائط اور جذبے کے بدلنے سے آئین نامہ بھی بدلنا پڑتا ہے اور قانون کی یہ تبدیلی ایمان میں کمی بیشی کے باعث ہوتی ہے جو فقط خدا کے ہاتھ میں ہے ﴿خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ﴾

دشمن کو امن وامان کی فراہمی

ہجرت کے آٹھویں سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے فتح مکہ کے لیے فوج تشکیل دی۔ بتوں کو توڑا' لیکن اپنے سخت ترین دشمن کو بھی معاف کر دیا۔ حتیٰ کہ اس عورت کو بھی معاف کر دیا جس نے آپؐ کے لیے زہر آلود کھانا تیار کر کے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

بت پرست قبیلے کا ایک سردار جس کا نام صفوان تھا جس کا تعلق بنو امیہ سے تھا' وہ جدہ شہر جو کہ مکہ سے چند فرسخ کے فاصلے پر ہے وہاں بھاگ گیا۔ کچھ لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے اور اس کے لیے امان نامے کی درخواست کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمامہ اس کے لیے بھیج دیا تا کہ یہ اسے امان دینے کی نشانی بن جائے اور وہ مکہ میں داخل ہو سکے' صفوان جدہ سے واپس آ گیا

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا رہتا تھا اس مکتب کے رہبر کی جاذبیت دیکھ کر اس نے با اختیار اسلام قبول کر لیا۔
سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶ میں دشمن کو پناہ اور امان دینے کی بات کی گئی ہے۔ اسی طرح اسلامی فقہ میں جہاد کے عنوان سے امان دینے کی بحث بھی موجود ہے' جسے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

صلح کے موقع پر سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے مامور تھے کہ اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو آپؐ بھی انہیں مثبت جواب دیں: ﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (۲۱۸)
اسلام جنگ طلب نہیں اور نہ ہی وہ اپنی طاقت سے غلط استفادہ کرتا ہے بلکہ صلح کی پیشکش کا استقبال کرتا ہے لیکن مسلمانوں کو اس مرحلے پر تو ہونا چاہیے کہ دشمن صلح کی پیشکش کرے: ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا......﴾ صلح کی پیشکش قبول کرنے کا اختیار رہبر کو حاصل ہے نہ کہ عوام کو ﴿فَاجْنَحْ﴾ لیکن یہ احتمال بھی دیا جا سکتا ہے کہ یہ صلح سچائی پر مبنی نہ ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے: ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ جس طرح حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو خط لکھا: ﴿لا تدفعن صلحا دعاک الیہ عدوک و لکن الحذر من عدوک

بعد صلحه فان العدوّ ربما قارب لیتغفّل﴾ دشمن کی طرف سے صلح کی پیشکش کو رد نہ کرنا لیکن صلح کے بعد ہوشیار رہنا اور دشمن کی چالوں سے خبردار رہنا کیونکہ دشمن کبھی غافل کرنے کے لیے قریب ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی انتظامی سیرت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ امانت کو اس کے حقدار تک پہنچایا جائے اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کو مدنظر رکھو(۲۱۹) امیر المومنین حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ کے خط نمبر ۵ میں فرمایا: ''کہ حکومتی ذمہ داری امانتِ الٰہی ہے جو انسان کی گردن پر ڈال دی گئی ہے۔'' پیغمبر اکرمؐ کی سیرت یہ تھی کہ ہر ذمہ داری کو اس کے اہل کے سپرد کرتے تھے۔

اور اگر کبھی کوئی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد کردیتے تو وحی آتی کہ یہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو آپؐ اس سے ذمہ داری واپس لے لیتے، جیسے سورہ توبہ کے پڑھنے کا مسئلہ تھا (حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب شاید اس لیے کیا تھا کہ وہ بوڑھے ہیں اور انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا) لیکن جب وہ مکہ کے نزدیک پہنچے تو جبرائیلؑ اللہ کی طرف سے پیغام لائے کہ سورہ توبہ کی تلاوت (جو مشرکین کے قلع وقمع ہونے کا سبب ہے) کا فریضہ ایسا شخص انجام دے جو پیغمبر اکرمؐ کے خاندان سے ہو، پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ ذمہ داری سونپ دی اور آپؐ نے راستے میں حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیات لے لیں۔ مکہ تشریف لے گئے اور وہاں مشرکین کے سامنے تلاوت کی۔(۲۲۰)

روایات میں امانت کو اس کے اہل (لائق افراد کو ذمہ داری دینا)

کے سپرد کرنا حقیقی اسلام کی علامت ہے' ہمیں بتایا گیا ہے کہ نماز و روزہ' حج' نماز شب میں کسی کی گریہ وزاری کو نہ دیکھیں' اور نہ اس کے طولانی رکوع وسجود پر غور کریں...... بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ گفتار میں کتنا سچا اور امانت دار ہے۔

البتہ اگر اس کی نیت اور مقصد صحیح ہو تو اپنے اور خدا کے درمیان معاملہ درست رکھے' سوء قصد یا اپنی تسکین کے لیے یا پارٹی بازی کی خاطر یا اپنے تعلقات مضبوط کرنے کے لیے سیاسی انداز اختیار نہ کرے۔ ان تمام امور سے ہٹ کر اہل شخص کو ذمہ داری سونپی جائے' اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق جو سورہ محمد کی آیت نمبر ۲ میں دیا تو اس کے امور کی اصلاح اور غلطیوں کا ازالہ کر دیا جائے گا۔

جبکہ آج بعض ذمہ داریاں سونپنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ فلاں تجربہ کار ہے' فلاں سپیشلسٹ ہے' اچھے وسائل کا مالک ہے' بڑی قدرت رکھتا ہے' اکثر لوگ اس کے رعب ودبدبے سے' اس کی دولت کے لالچ میں آ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتظامی سیرت میں ذمہ داری دیتے ہوئے' ان امور اخلاق' نرمی' عیب جوئی اور سختی سے دوری' تکلف اور چاپلوسی سے پرہیز اور جو پوزیشن بنانے کی غرض نہ ہو کو ملحوظ رکھا جائے۔

پیغمبرؐ خدا غلام کے ساتھ بیٹھ جاتے' بھیڑوں کا دودھ دھو لیتے' فقرا کے ساتھ کھانا تناول فرماتے' خچر پر سواری کرتے' اس کے باوجود

آپ جب بھی کوئی بات کرتے تو سب آپ کی عظمت میں گم ہو جاتے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح بات سنتے' گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ آن بیٹھا ہے جو سر ہلانے سے اڑ جائے گا۔

ایسی عزتِ الٰہی فقط تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے جو اس عزت سے کہیں زیادہ ہے جو ہم دفتر' گاڑی' بجٹ اور دیگر ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کے سائے میں دوستی اور محبوبیت عطا کرتا ہے۔ (نہ کہ دیگر چیزوں سے) (۲۲۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ ہر چیز کو اس سے ڈراتا ہے اور اگر وہ خدا سے نہیں ڈرتا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔ (۲۲۲)

انتظامی لحاظ سے اسلام میں عزت اطاعتِ الٰہی کے ذریعے جبکہ ذلت معصیتِ الٰہی سے ملتی ہے۔ (۲۲۳)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو خود کو لوگوں کا لیڈر بناتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں سے پہلے اپنی تعلیم کی طرف توجہ دے اور بیان کرنے سے پہلے اپنے عمل سے' اپنی سیرت کا اعلان کرے۔ (۲۲۴)

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کی نرم طبیعت کی بات کی ہے کہ اگر آپ سخت طبیعت کے مالک ہوتے تو کوئی بھی آپؐ

کے نزدیک نہ آتا۔(۲۲۵)

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: ہم نے آپ کو فقط اس دنیا و جہان میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔(۲۲۶)

قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ پیغمبر اکرمؐ تمہارے غم میں شریک ہیں، تمہارے دکھ اور درد دیکھنا ان کے لیے مشکل ہے۔ تمہاری ہدایت پر اصرار کرتے ہیں، اہل ایمان کی نسبت رؤف و مہربان ہیں۔(۲۲۷)

پیغمبر کے سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ ایک گروہ کے ایمان نہ لانے سے گویا ان کی جان ہی نکل جاتی ﴿لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْ مُؤْمِنِیْنَ﴾(۲۲۸)

اور پیغمبر اسلامؐ فرماتے: اہل زمین پر رحم کرو تا کہ آسمان والے تم پر رحم کریں۔ ﴿اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ﴾(۲۲۹)

فتح مکہ کے موقع پر پیغمبر اعظمؐ نے تمام مخالفین کو معاف کر دیا اور فرمایا: میں اپنے بھائی یوسفؑ کی طرح یہ کہتا ہوں کہ آج تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

رہبری اور انتظامی صلاحیت کے لیے سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اسے وسیع القلب ہونا چاہیے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو عطا فرمائی: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾

وسعت قلبی کے بغیر انسان ہیجانی خیالات میں گرفتار ہو جاتا ہے اور

اپنے دین کی حفاظت نہیں کر سکتا، جو خود پر حاکم نہ ہو وہ دوسروں پر کیسے حکمرانی کر سکے گا، حتیٰ کہ فقہا میں بھی وہی مرجعیت کا حق رکھتے ہیں جو اپنی ہوائے نفس کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔(و اما مَن کان من الفقهاء حافظاً لدینه صائنا لنفسه مخالفاً لهواه فللعوام ان یقلّدوه (۲۳۰))

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوذرؓ کو بہت دوست رکھتے تھے لیکن ان سے فرمایا: میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں حتیٰ کہ تم دو انسانوں پر بھی حکومت نہیں کر سکتے۔

بعض ایسے بھی ہیں جو کسی شعبہ کے انچارج یا آفیسر ہیں کہ جب وہ گاڑی میں سوار ہونے لگتے ہیں تو چند لوگ یہ ذمہ داری ادا کریں کہ افسر صاحب کس طرف سے سوار ہوں گے اور کونسی گاڑی میں تشریف رکھیں گے؟ چند لوگوں کے وفد کے ساتھ اور بہترین لباس و ادب کے ہمراہ...... لیکن سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو قرآن سے الہام لیتے تھے نہ فقط پیغمبر اعظمؐ بلکہ کوئی بھی جو پیغمبری کے مقام تک پہنچا اور اسے کتاب وحکمت کی تعلیم عطا ہوئی ہو، اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو اپنا غلام بنائے: ﴿مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَ الْحُکْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ﴾(۲۳۱)

افسر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی اطاعت کو خدا کی اطاعت اور اپنے

حکم کی خلاف ورزی کو خدا کے حکم کی خلاف ورزی قرار دے۔ کیونکہ مخلوق کو خوش کرنے کے لیے خالق کی بارگاہ میں معصیت کرنا جائز نہیں۔ صرف ایسے افراد کی بے چون و چرا اطاعت کرنا جو معصوم ہوں یا اسلام شناس عادل فقہا ہوں جن پر ہوا وہوس غالب نہ ہو نیز ان پر طاغوت اور حالات اثر انداز نہ ہوں۔

اسیروں کے ساتھ پیغمبرؐ کا برتاؤ

تاریخ میں جنگوں کے دوران چند لوگ اسیر ہو جاتے تھے' ان افراد کے ساتھ کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس پر بات کرتے ہیں۔

۱......اگر سب کو آزاد کر دیں' تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ جنگجو اور مخالف افراد دوبارہ تلوار لیے یا اسلحہ لے کر پھر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آ جائیں گے۔

۲...... اگر سب کو قتل کر دیا جائے' تو یہ روش رحمت و مہربانی کے خلاف ہے اور ان کی قابلیت سے استفادہ کرنے کے منافی ہے۔

۳...... اگر سب کو ایک جگہ پر بند کر دیں' تو اس طریقے سے اسیروں میں کوئی رشد یا تبدیلی واقع نہ ہوگی اور حکومت پر سنگین مالی بوجھ بھی ہوگا۔

۴......اسیروں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے اور مسلمانوں کو کچھ اخراجات دیئے جائیں اور یہ حکومت پر بوجھ نہ ہوں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی تعلیمات اور عقائد تدریجاً ان تک منتقل کیے

جائیں' اسلام نے جو تاکید کر رکھی ہے اس کے مطابق ان سے برادرانہ عاقلانہ اور ہمدردانہ رویہ رکھا جائے تاکہ آہستہ آہستہ آزاد ہوں' ان کی خوابیدہ صلاحتیں بیدار ہوں اور خیر و برکت کا ذریعہ بن جائیں اور جب ضرورت ہو تو انہیں پیسوں کے بدلے فروخت کر دیا جائے' البتہ یہ حکم جنگ کے بعد کا ہے اور کوئی بھی حق نہیں رکھتا کہ جب تک کامل طور پر غلبہ نہ ہو اس وقت تک کسی کو اسیر کرنے کا حق نہیں۔ اگر لشکر اسلام کو کوئی ایسا شخص ملے جو اسیر کرنے' پیسے بنانے کی فکر میں ہو پھر انہیں فروخت کرنا چاہتا ہو جبکہ ابھی تک جنگ کا خاتمہ نہیں ہوا تو دنیا طلبی کا یہ انداز جنگ میں شکست کا سبب بن جائے گا۔

سورہ انفال کی آیت ۶۷ میں ارشاد ہوا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى﴾ کسی نبی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسیر کو گرفتار کرے مگر یہ کہ جب اس کا موقع ہو۔

اسلام میں جنگ و جہاد کا مقصد یا تو دفاع کرنا ہے یا پھر فتنہ وفساد کا خاتمہ ہے اور صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے یا پھر لوگوں کو خدا اور راہ خدا کی طرف لانا ہے۔ جبکہ جہاد کا ہدف دنیا طلبی' غنائم کی جمع آوری' تباہی و بربادی' کشور کشائی' قدرت نمائی اور دوسروں کو اپنا غلام بنانا ہرگز نہیں ہے۔

مسلمانوں کا اسیر ہونا

پیغمبر اسلامؐ نے جب حضرت علی علیہ السلام کو اعلان برائت از

مشرکین کے لیے مکہ بھیجا' تو چند افراد کو ان کے ہمراہ بھیج دیا اور فرمایا: تم سے اگر کوئی بغیر زخم کھائے گرفتار ہو جائے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو جنگ کے دوران بغیر کسی زخم کے اسیر ہو جائے گا تو اس کا فدیہ بیت المال سے نہیں دیا جا سکتا' اس صورت میں اس کے رشتے دار، اسے آزاد کروانا چاہیں تو اس کے انفرادی مال سے فدیہ ادا کریں۔(۲۳۲)

یہ تھیں پیغمبر اسلامؐ کی مسلمانوں کے لیے ہدایات کہ وہ حتیٰ المقدور کوشش کریں کہ ذرا معمولی سے زخم کے باعث دشمن کا اسیر نہ بنیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا اسیروں سے برتاؤ

پیغمبر اسلامؐ' خدا کی طرف سے مامور تھے کہ انفرادی طور پر اسیروں سے گفتگو کریں' انہیں تبلیغ وارشاد کریں اور انہیں امید دلائیں: ﴿یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی﴾(۲۳۳)

بڑی شخصیت' کا فریا جنگجو اسیر سے گفتگو کرنا دراصل اسلام اور رسولؐ خدا کی اسیروں پر مہربانی ہے۔

اسیروں سے گفتگو کا انداز؟

اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت ۷۰ میں ارشاد فرمایا: اسیروں سے گفتگو کا انداز یہ ہو کہ اے اسیرو! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کسی نیکی کو دیکھے گا (اور تم میں کینہ پروری اور لجاجت والی روح نہ

ہو اور رشد و سعادت کی زمین ہموار ہونی چاہیے) تو جو تم سے لیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا ہو گا (اگر آج تم سے آزادی چھن گئی ہے تو آئندہ تم مسلمان ہو جاؤ گے) اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا: ﴿اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ﴾

یقین نہیں آتا کہ اسلام ایسا مکتب ہے کہ ایسے لوگ جو پیغمبرؐ کے خلاف جنگ کریں تو ان کا یہ عمل بھی اللہ سے توبہ و استغفار کے راستے میں رکاوٹ نہیں بلکہ اسیروں سے کہتا ہے: ﴿یَغْفِرْ لَکُمْ﴾

اسلام کیسا مکتب ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی روزہ افطار کرتے وقت اپنا کھانا مسکین و یتیم اور اسیر کے حوالے کر دیتی ہے: ﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ﴾(۲۳۴)

اسلام ایسا مکتب ہے کہ اسلام کی دوسری شخصیت (حضرت علی علیہ السلام) نے ضربت لگنے کے بعد جب ان کے قاتل کو گرفتار کیا گیا تو اس ظالم کے حق میں یہ تاکید فرمائی: ﴿احبسوا ھذا الاسیر﴾ اس قاتل کو قید کر لو: ﴿اطعموہ﴾ اسے کھانا دو: ﴿واسقوہ﴾ اسے پانی سے سیراب کرو' دوران اسارت اس کے ساتھ اچھا رویہ رکھو: ﴿احسنوا اسارتہ﴾(۲۳۵)

مخالفین کے ساتھ پیغمبرؐ کی سیرت

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہ دستور تھا: ﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (۲۳۶) اگر مخالفین صلح کی طرف مائل ہوں تو آپؐ ہاتھ ملانے میں دریغ نہ کرنا بلکہ پیشکش قبول کرنے کی طرف مائل ہونا۔ مخالفین کے ساتھ پیغمبر اسلام کی روش کی بنیاد یہ تھی، البتہ سورہ انفال کی آیت نمبر ۵۸ میں ہم پڑھتے ہیں کہ اگر آپؐ کو دشمن کی سازش اور حسن نیت کے نہ ہونے کی بھنک پڑ جائے، تو پھر پہلے سے کیے گئے عہد و پیمان کو لغو قرار دے دینا، یہ قرآن نے ہی کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ایسے مسائل میں جہاں پر اتفاق رائے پایا جاتا ہو انہیں وحدت اور مل جل کر کام کرنے کی دعوت دو۔

﴿قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ﴾ (۲۳۷)

اہل کتاب سے کہہ دو: کہ آؤ توحید کے محور میں، شرک اور طاغوت کے خلاف مبارزے کے لیے اکٹھے ہو جائیں، کیونکہ توحید میں وحدت کا ہونا اور شرک کی نفی کرنا اسلام میں قابل اہمیت ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: مخالفین کی ایسی مجالس سے دوری اختیار کرو جس میں باطل اور بغیر کسی دلیل و منطق کے بحث ہوتی ہو تا کہ وہ اپنی یہ روش بدل لیں۔ ﴿وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ

يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ (۲۳۸)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مخالفین کی باتیں اس طرح سنتے تھے کہ وہ یہ خیال کرتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری باتوں پر جلدی یقین کرلیں گے اس لیے سراپا ہماری گفتگو سن رہے ہیں ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ (۲۳۹) لیکن میدان عمل میں ہرگز ان کی گفتگو کی تاثیر یا ان کی اٹھائی گئی قسموں سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔

جنگ و مبارزے کے لیے تمام امکانات اور فوجی وسائل سے استفادہ کرتے تھے، تیراندازی کی تعلیم حتیٰ نوجوانوں کے لیے بھی لازمی قرار دے دی تھی۔ نیز ہار اور جیت کو اس سلسلے میں جائز قرار دیتے اور فرمایا کہ اگر ایک تیر جو دشمن کی طرف پھینکا جاتا ہے تو اسے بنانے والا چلانے والا، اسے خریدنے والا اور اس مجاہد اسلام تک پہنچانے والا یہ سب کے سب بہشت میں جائیں گے۔

منافقین کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی مسجد کی عمارت گرادی، جنگ تبوک میں منافقین ایک گھر میں سازش کرنے میں مشغول تھے کہ پیغمبر اکرمؐ نے دیکھا کہ یہ اس نازک لمحے میں جب دشمن سازش تیار کر رہا ہے تو حکم دیا کہ اس گھر کی چھت ان پر گرادی جائے۔ (ترجمہ حواشی) پیغمبرؐ ان زندہ لوگوں کے ساتھ بڑی سختی کے ساتھ پیش آئے۔ ﴿واغلظ عليهم﴾ اور منافقین کے

مردوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ ﴿لَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (۲۴۰)

آپؐ کے مکتب میں سستی اور غیر جانبداری کا کوئی راستہ نہ تھا۔ ابولہب پیغمبرؐ کے چچا تھے۔ لیکن سورہ تبت 'بڑے سخت الفاظ میں نازل ہوئی۔ اس کارشکن کے ہاتھ قطع ہوں اگر چہ وہ پیغمبرؐ کے چچا ہیں۔

اس بارے میں واضح فرمان ہے کہ پیغمبرؐ اور مومنین ان مشرکین کے بارے میں دعا و استغفار کرنے کا حق نہیں رکھتے' چاہے وہ ان کے رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ﴿مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی﴾ (۲۴۲)

کئی آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ کی دلجوئی کرتا ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کی کوشش اور سازش آپؐ کے ارادے پر اثر انداز ہو جائے' لہٰذا آپؐ ان کی اذیتوں پر چشم پوشی کریں اور خدا پر بھروسہ کریں۔

﴿وَدَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ﴾ (۲۴۲)

غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ان کے مکر و حیلہ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ﴾ (۲۴۳)

ہم تمہارے دشمنوں کے پوشیدہ و آشکار منصوبوں سے آگاہ ہیں۔

﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ﴾ (۲۴۴)

آپ کا وظیفہ صبر اور تسبیح خدا کرنا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (۲۴۵)

ایک روز رسولؐ خدا کا دشمن آپ کی خدمت میں آیا تو السلام علیک کے بجائے کہا: السام علیک یعنی آپ پر موت آئے اور بڑی جسارت سے یہ جملہ چند بار کہا' پیغمبرؐ انتقام لینے کی قدرت رکھتے تھے لیکن فقط اس ایک کلمہ سے اس کا جواب دیا فرمایا: علیک۔

بعض حاضرین جو اس پر کافی ناراض ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ آپؐ نے اس توہین کا جواب کیوں نہیں دیا؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کلمہ علیک یعنی "جو تم کہہ رہے ہو وہی تم پر ہو" سے جواب دے دیا ہے۔ (۲۴۶)

اسلام کے مخالفین کے درمیان فرق ہے۔ ایک گروہ اپنی بے خبری کی وجہ سے مخالفت کرتا ہے لیکن اسلامی نظام اور مسلمانوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔

ایک گروہ ایسا ہے جو تبلیغات اور پراپیگنڈا کی وجہ سے غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایک گروہ اپنے منافع کی خاطر مخالفت کرنے لگتا ہے اور وہ اس راستے اور انحرافی مقصد کو ترک کرنے والا نہیں۔

ایک گروہ بڑی طاقتوں کے ڈر سے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق نہیں رکھتا۔

ایک گروہ شک اور تردد میں گرفتار ہو جاتا ہے اس لیے آگے نہیں آتا۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ایک دن عہد کرتا ہے اور دوسرے دن اپنے فائدے کے لیے اسے توڑ دیتا ہے اور نقصان سے بچنے کے لیے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

ایک گروہ اسلحہ لیے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے حملہ کے وقت وہ محاذ کے پیچھے بیٹھے لوگوں سے قرارداد طے کرتے ہیں تاکہ وہ ان کی حمایت کریں ان کے حملہ کرنے کا پروگرام طے شدہ ہے اور وہ فوجی سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔

ایک گروہ خیانت کار اور سازشی عناصر پر مشتمل تھا شواہد اور قرائن یہ ثابت کرتے ہیں کہ پہلے دن سے ہی ان کے ایمان لے آنے کا مقصد اپنے مذموم مقاصد کے حصول کی خاطر راستہ ہموار کرنا تھا۔

اسلام نے ہر گروہ کے لیے علیحدہ سے حکم دے رکھا ہے آیات اور

احادیث میں مختلف دستور نظر آتے ہیں اب یہ عادل فقہا مراجع تقلید اور امت اسلامی کے رہبر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اجتہاد و استنباط سے ہر گروہ کے لیے قرآن مجید اور احادیث سے احکام اخذ کرے اور امت اسلامی کے اختیار میں دے۔

یہاں پر ہم قرآنی تعبیر کے چند نمونے بیان کرتے ہیں۔

منافقین کبھی فقط پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے اور اپنے خیال کے مطابق اطلاعات دیتے اور یہ سوچتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تمام باتوں کو قبول کر لیں گے اور یہ کہتے تھے کہ پیغمبرؐ سننے میں بڑے سادہ ہیں اس کے علاوہ اس گروہ کا کوئی اور کام نہیں تھا۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں ارشاد ہوا: اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ سراپا گوش ہیں تو ان سے کہہ دو کہ تمہاری باتوں کا سننا میرے لیے تم سے بہتر ہے۔ ﴿وَ يَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ﴾ (۲۲۷)

ایک گروہ ایسا ہے کہ جو پیغمبرؐ کے ساتھ گفتگو بھی کرتا ہے لیکن اپنی جلسوں میں بیٹھ کر دوسروں کو منحرف کرتا ہے۔ انہیں راہ خدا سے روکتا ہے اس گروہ کا حساب بڑا سخت ہے۔

تیسرا گروہ اپنے لیے چھاؤنی بناتا ہے اور اسے مسجد ضرار کا نام دے دیتا ہے تاکہ مسجد کے نام سے وہاں پر جمع ہو کر اپنی فکر اور کوشش کو مطلوبہ نتائج تک پہنچایا جا سکے لوگوں کو غافل کرنے کے لیے حتیٰ

رسولؐ خدا سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کی مسجد میں آئیں اور اقامہ نماز جماعت کے ذریعے مسجد کا افتتاح کریں۔

اس گروہ کے ساتھ جو مسلمانوں کے مرکز میں چھاؤنی بنالیں۔ اسلام میں ان کے ساتھ انقلابی طرز عمل اپنایا گیا ہے اور پیغمبرؐ اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی مسجد گرادی جاتی ہے۔

ایک گروہ ہر مرتبہ اپنے عہد و پیان توڑتا ہے' اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت نمبر ۵۵ میں انہیں رینگنے والی بدترین مخلوق قرار دیا ہے۔﴿شَرَّ الدَّوَآبِّ﴾ آیت نمبر ۵۶ میں ایسے لوگوں کو ''بے تقویٰ'' کہا گیا ہے۔

لیکن جو گروہ کسی کی حمایت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سازش کرتے ہیں قرآن مجید' ان کے بارے میں کہتا ہے: اے پیغمبرؐ! اگر کہیں ان کے ساتھ جنگ ہو۔ (فیصلہ کن انداز میں) تو ان لوگوں پر ٹوٹ پڑو تا کہ جو ان کی حمایت کرتے ہیں وہ بھی وحشت زدہ ہو جائیں اور پھر حملہ کرنے میں کسی کی مدد نہ کرسکیں۔ پہلی صف والوں پر ایسا حملہ کیا جائے کہ تو دوسروں کے لیے باعث عبرت بن جائے۔﴿فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾(۲۴۸)

اور وہ گروہ جن کے خیانت کرنے کے شواہد ملے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں فرمایا: تم بھی ان کے عہد و پیان کو توڑ

دو۔ (اسے لغو کردو) یا ان سے کہہ دو کہ میں بھی تمہاری طرح عمل کروں گا۔

جی ہاں! اجتماعی اور انتظامی مسائل میں مسلمانوں کو کسی خیانت کے واقع ہونے کے انتظار میں نہیں رہنا چاہیے بلکہ جہاں پر خیانت کا احتمال ہو وہاں مناسب اقدامات کیے جائیں۔﴿وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً﴾(۲۴۹)

اس لیے ایسی قرار دادوں (معاہدوں) کو لغو قرار دینا عادلانہ عمل ہے' ایسے عہد و پیان کی پابندی اس وقت تک ہے جب تک کسی سازش کا خطرہ نہ ہو وگرنہ منصرف ہونے کا اعلان کریں اور اپنے منصرف ہونے کا اعلان کر کے انہیں آگاہ کرنا پڑے گا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے عمل میں انتہائی ہوشیاری دکھائیں تا کہ کفار کسی مصنوعی قرار داد یا خفیہ خیانت کے ذریعے اسلامی نظام پر ضرب نہ لگا سکیں۔

یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسے دشمن کو تشخیص دینا اور دشمنی کی حد کو پہچاننے کا مسئلہ اس مرض کی تشخیص کی مانند ہے جسے سنجیدہ و دلسوز و شجاع و عادل و تجربہ کار اور سیاسی ماہرین تشخیص دیں جو کہ ایک ایسے رہبر کی زیر نگرانی ہو جو اجتہاد و عدالت اور بصیرت کا مالک ہو۔

ایک یہودی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند دینار قرض

لیے تھے۔ اس نے مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اب تو میرے پاس نہیں ہیں۔ یہودی نے کہا: میں تمہیں یہاں سے ہلنے نہیں دوں گا اور آپ کو روکے رکھا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔

حضرت نے نماز ظہر گلی میں ہی ادا کی' پھر عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر مغرب وعشا بلکہ نماز فجر بھی اسی گلی میں ادا کی' مسلمان غصے میں آ گئے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں نیز زیر لب اسے دھمکیاں دینے لگے۔ **یحسبک یہودی** (۲۵۰) کیا ایک یہودی نے آپ کو محبوس کر رکھا ہے؟ پیغمبرؐ نے انہیں ایسا رویہ اپنانے سے منع کیا اور فرمایا: حق یہودی کے ساتھ ہے۔ بہر حال یہودی صبح مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا: میں نے تورات میں آپؐ کے حلم کے بارے میں پڑھا تھا، میں نے آپ کا امتحان لیا ہے اور آپؐ وہی پیغمبرؐ موعود ہیں۔

مشرکین کے ساتھ پیغمبرؐ کی سیرت:

مشرکین نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ یا تو بتوں کے احترام میں ہمیں بت پرستی کی ایک سال کے لیے اجازت دی جائے' پیغمبر ابھی کچھ کہنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کیا گیا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ یہ (وقت) نزدیک تھا کہ ہم نے جو آپ پر وحی کی ہے یہ اس سے غافل کر دیں تا کہ غیر وحی کو ہم سے نسبت دے کر پھر تمہیں اپنا دوست بنالیں۔ ﴿وَ اِذًا لَّا تَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا﴾ اگر ہم نے آپ کو خبردار نہ کیا ہوتا تو آپ ان کی طرف مائل ہونے کے نزدیک تھے۔ ﴿تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْاً قَلِیْلًا﴾ (لیکن یہ جان لو) اگر معمولی سا بھی ان کا ساتھ دیا ہوتا تو تمام دنیا کے آخرت کے منحرفین سے دگنا عذاب دیتے۔(۲۵۱)

یہ آیت اس بات کی علامت ہے کہ:

کفار بڑی صاحب حیثیت تک رسائی کے لیے پروگرام بناتے ہیں۔

الٰہی نمائندوں اور رہبروں کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ پسپائی کی قیمت پر رابطہ' اصول اور مکتب کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ حساس اور نازک صورتحال میں اپنے اولیا کی خود حفاظت کرتا ہے۔ انبیا کو فیصلہ کن انداز میں بات کرنی چاہیے اور کسی کے زیر

اثر نہیں آنا چاہیے۔

انحراف اگرچہ کم ہو لیکن پیغمبر جیسی شخصیت کے لیے قابل بخشش نہیں۔ اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور قہر و عذاب کا مالک بھی ہے انفرادی انحراف جیسے پیغمبر کو تو اس پر دنیا اور آخرت کے عام افراد سے دگنا عذاب ہے جبکہ کفار کی طرف مائل ہونا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہونا ہے۔﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا﴾ (۲۵۲)

ضمنی طور پر یہ بات بھی یاد رہے کہ دشمن کم چیز پر راضی نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: اے پیغمبر! یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے مگر یہ کہ (جب تک تم مکمل طور پر اپنے راستے سے ہاتھ نہ کھینچ لو) ان کے آئین کی پیروی کرو (۲۵۳) اگرچہ تمہاری ساتھ سازش کرنا چاہتے ہیں۔﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ﴾ (۲۵۴) لیکن آپ ایک لمحے کیلئے بھی اپنی سیرت میں ان کی پیروی نہ کرنا اور ان کی طرف سے دکھ و تکلیف پر اعتنا نہ کرنا فقط خدا پر توکل کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی وکالت کے لیے کافی ہے۔ (۲۵۵)

منافقین سے رویہ:

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا: اے پیغمبر! (اگرچہ آپ کی سیرت یہ ہے کہ مسلمانوں کے تشیع جنازہ اور تدفین میں شریک ہوتے ہو لیکن مسلمان نما منافق کا حساب و کتاب ان سے جدا ہے) ان کے کسی بھی مردہ پر نماز نہ پڑھنا اور نہ ہی ان کی قبر پر حاضری دینا۔ (۲۵۶)

منافقین سے ہمیشہ منفی مبارزہ کریں، نماز، تشویق اور تنبیہ سے استفادہ کریں، منافقین کے جنازوں کو اہمیت نہ دیں۔

البتہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان منافقین کے ساتھ رویہ جنہوں نے قسم اٹھا رکھی ہے نہ ان کی اشک ریزی پر اعتماد کرنا جیسے برادران یوسف روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ یوسف کو تو بھیڑیا کھا گیا۔﴿اَکَلَهُ الذِّئْبُ﴾ (۲۵۷)

نہ ان کی قسموں پر اعتماد کرنا کیونکہ ان کا یہ عمل ایسے لوگوں کے لیے ڈھال ہوتا ہے۔﴿اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ (۲۵۸)

اور نہ ہی ان کی گفتار پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کی باتیں آپ کو باوجود یہ کہ آپ پیغمبر ہیں تعجب میں ڈال دیتی ہیں۔﴿یُعْجِبُکَ قَوْلُهُ﴾ (۲۵۹)

نہ ان کی ایسی نماز پر جو کسالت کی حالت میں ادا کرتے ہیں۔﴿وَهُمْ کُسَالٰی﴾ اور نہ ہی ان کی زکات پر جو وہ کراہت سے ادا کرتے ہیں۔﴿کَارِهُوْنَ﴾ (۲۶۰)

نہ ان کی مسجد بنانے کا عمل قبول ہے' کیونکہ وہ مسجد ضرار ہے۔ مدینہ میں منافقین نے اس بہانے سے مسجد بنالی کہ ہم ذرا دور رہتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے مقابلے میں ایک مسجد بنالی تاکہ مسجد کے نام سے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور پیغمبرؐ سے یہ خواہش کی کہ اس مسجد میں نماز ادا کر کے رسمی طور پر اسے مسجد تسلیم کرلیں' آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد کے بانیوں کا پروگرام یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور یہ خارجی دشمن کے لیے بطور پناہ گاہ استعمال ہوگی اس میں ہرگز نماز ادا نہ کرنا۔ رسولؐ اللہ نے اسے گروادیا۔(۲۶۱)

دلچسپ بات یہ ہے کہ منافقین کا سردار اور مسجد کا بانی ابو عامر تھا لیکن اس کا بیٹا جس کا نام حنظلہ تھا' حنظلہؓ وہی جوان ہے جو شادی کی رات اپنی دلہن کے پاس تھا اور اگلے دن بغیر غسل کے محاذ جنگ میں شہید ہوگیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا ہے۔

یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا عملی نمونہ تھا جو وہ اس طرح کے سازشی اور گستاخ عناصر سے روا رکھتے تھے انقلابی اور قاطعانہ طرز پر اس آیت ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ (۲۶۲) کے مطابق عمل کرتے تھے۔

عام کفار سے رویہ:

حضرتؐ کی سیرت یہ تھی کہ ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے

پیش آتے تھے۔ قرآن مجید نے حضرت کو یہ دستور دیا کہ کوئی مشرک آپ سے امان اور پناہ کی درخواست کرے تو اُسے پناہ دو تاکہ وہ کلام خدا سے آشنا ہو اور اسے پھر اس کے مکان تک پہنچادو۔ کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو آگاہی نہیں رکھتا۔ (شاید آیات سننے اور آپ کی محبت دیکھنے سے یہ ہدایت حاصل کرلے۔)(۲۶۳)

اسلام محبت و آزادی کا دین ہے اور ایمان کا طرفدار ہے' جو فکر تدبر اور انتخاب کی بنیاد پر موقع دیتا ہے نہ کہ ایسا ایمان جو ڈر اور جبر سے قبول کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ جنگی شرائط میں بھی کافر کو تحقیق کی مہلت دی گئی' کیونکہ بعض لوگ ہماری تبلیغات نہ ہونے کی وجہ سے منحرف ہوجاتے ہیں نہ کہ وہ کینہ پرور اور حقیقت کے منکر ہیں۔ حتیٰ اسلام نے فکر اور تحقیق کا راستہ ایسے افراد پر بھی بند نہیں کیا جن کا خون بہانا منع نہیں اور ان کی ہدایت کا بھی امکان نہیں۔ جس کتب کے پاس منطق ہے اسے عجلت یا جلد بازی کی ضرورت نہیں ہوتی' علاوہ ازیں اسے مکمل امان کے ساتھ اس کی منزل تک پہنچادو تاکہ وہ سکون سے غور و فکر کرسکے۔

اگر ایک دن کفار پیغمبر اسلامؐ کے وجود کو اپنی منحرفانہ آزادی کے درمیان رکاوٹ سمجھتے تھے اس کے بجائے ایک وقت ایسا آگیا کہ پیغمبر اکرم کا وجود نزول عذاب اور قہر الٰہی کے درمیان ان کے لیے رکاوٹ بن گیا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ

فِيهِمْ﴾ (۲۶۴)

اگر ایک دن مشرکین مکہ نے پیغمبر اسلامؐ پر راستہ بند کر دیا اور صلح نامہ لکھتے وقت انہوں نے اجازت نہ دی کہ محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا عنوان لکھا جائے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (۲۶۵) نازل فرمائی جو تاریخ میں ہمیشہ کے لیے موجود رہے گی۔

شریر لوگوں کے ساتھ پیغمبرؐ کا رویہ:

مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ چونکہ وہ بیمار تھے اس لیے پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق انہیں مدینہ سے باہر صحت افزا مقام پر رہنے کی اجازت دی گئی، ساتھ ہی انہیں اجازت دی گئی کہ وہ زکوٰۃ کے سلسلے میں لائی گئی اونٹنیوں کا دودھ پی سکتے ہیں۔ لیکن جب وہ صحت مند ہو گئے، تو مسلمان چرواہوں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے، آنکھیں نکال دیں اور اونٹوں کو کاٹ ڈالا اور اسلام کے باغی بن گئے۔

رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ انہیں پکڑا جائے اور وہی عمل ان کے ساتھ کیا جائے جو انہوں نے چرواہوں کے ساتھ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ

يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

یقیناً ایسے لوگوں کی سزا یہی ہے جو خدا اور اس کے پیغمبر کے مقابلے پر نکل آتے ہیں۔ (اسلحہ، دھمکی اور غارت گری) اور زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا پھانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا پھر اس زمین سے (ان کے اپنے علاقے) نکالا جائے۔ یہ ذلت آمیز سزا تو اس دنیا میں ملے گی اور آخرت میں ان کے لیے عظیم عذاب ہے۔

معاشرے کی اصلاح کے لیے موعظہ، ارشاد، قدرت اور قاطعیت کا ہونا لازمی ہے۔

اس آیت میں اشرار (شریر کی جمع) کے مظالم میں فرق ہے اس لیے سزا میں بھی فرق رکھا گیا ہے اور اس کے جرم کے مطابق، وحشت کو ختم کرنے، شہر میں امن وسکون کے قیام کے لیے شہروں اور دیہاتوں کی گلیوں اور خیابانوں میں امن قائم کرنے کے لیے حکم دیا ہے۔

روایات کے مطابق جو اسلحہ کے زور پر لوگوں کی جان و مال اور ناموس

پر حملہ کرے اس کی سزا بھی یہی ہے اس سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ایسے افراد کو قرآن مجید میں خدا کے ساتھ جنگ کرنے کا نام دیا ہے۔

روایت کے مطابق اس واقع میں اشرار کی نابودی کا فیصلہ کرنے ذمہ داری حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تھی۔

اگر اس آیت میں قتل، پھانسی دینے، ہاتھ اور ٹانگ کاٹنے یا اپنے ملک سے باہر نکالنے کا رحیم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا ہے تو وہ اس لیے کہ ایسے شریر افراد کا مسئلہ جو امن وسکون برباد کرنے کے درپے ہوں انہیں تذکر دینا، خط بھیجنا نمائندہ بھیجنا یا گفتگو کرنے سے حل نہیں ہوگا۔

اسلام میں بیّنات (روشنگر معجزات) کے ساتھ کتاب اور آسمانی قوانین کے ساتھ، میزان کے ساتھ جو عدل وانصاف کی علامت ہے کے علاوہ آہن (لوہے) کی بات بھی کی گئی ہے۔ یعنی پہلے ثقافتی اور تربیتی کام اور پھر اپنی قدرت وطاقت کا مظاہرہ اور تنبیہ کریں۔

حقیقت یہی ہے کہ ایسے شریر اور تخریب کاروں سے نپٹنا جو عدل و انصاف کے راستے میں رکاوٹ ہیں ان کے ساتھ آہن (اسلحہ) اور قدرت کی نمائش کرنا اور واضح رویہ کے ساتھ سلوک کرنا ہوگا۔

سورہ حدید کی آیت نمبر ۲۵ پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انتظامی امور میں اگر کسی کو کوئی ذمہ داری سونپی ہو تو اس کے اختیار میں تمام لوازمات بھی دیں۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ وَ رُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

ہم ہی ہیں جس نے واضح دلائل کے ساتھ اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ کتاب (آسمانی) اور پرکھنے کا وسیلہ بھی بھیجا تاکہ لوگ انصاف کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور آہن (لوہا) بھیجا جس میں بڑی طاقت ہے اور اس میں لوگوں کے لیے نفع ہے۔ (تاکہ اس سے فائدہ اٹھائیں) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کے پیغمبروں کی بغیر دیکھے مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قوی اور ناقابل شکست ہے۔

اس آیت کی بنیاد پر معاشرے کو تین قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ قوہ مقننہ (أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ)

۲۔ قوہ قضائیہ (وَ الْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ)

۳۔ قوہ مجریہ (أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ)

پشیمان افراد کے ساتھ پیغمبرؐ کی سیرت:

قرآن مجید سورہ آل عمران آیت ۱۵۹ میں ارشاد ہوا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا

غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

(اے ہمارے رسول!) اس رحمت کی وجہ سے جو خدا کی جانب سے (آپ کے شامل حال ہوئی) لوگوں پر مہربان ہو اور اگر آپ سخت مزاج اور سنگدل ہوتے تو (لوگ) آپ سے دور ہو چکے ہوتے۔ پس ان کی (غلطیوں) سے درگزر کرو اور ان کے امور میں ان سے مشورہ کرو اور جب کوئی ارادہ کرلو (قاطعیت کے ساتھ) تو پھر خدا پر توکل کرو یقیناً خدا بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

جو لوگ جنگ احد میں اپنے فرار ہونے کے عمل کو شکست کا سبب جانتے تھے وہ آتش افسوس میں جل رہے تھے اور پیغمبرؐ کو گھیرے میں لے کر معذرت طلب کر رہے تھے کہ فرمان آیا:

۱﴾ تمہاری نسبت انہوں نے جو ظلم کیا ہے اسے بخش دو۔(**فَاعْفُ عَنْهُمْ**) حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حکومتی نظام محبت اور نرمی پر مبنی ہے اس لیے سخت مزاج اور سنگدل افراد لوگوں کی دلجوئی و راہنمائی نہیں کر سکتے۔

۲﴾ خدا کی نسبت جس گناہ کے یہ مرتکب ہوئے ہیں اس کے لیے

مغفرت طلب کرو۔(**وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ**)

۳﴾ جبکہ ان سے مشورہ کی وجہ سے جنگ احد میں شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایسے موارد آپ کو مشورہ کرنے کے اصول اور فوائد سے کہیں روک نہ لیں۔(**وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ**)

کیونکہ مشورہ کرنے میں بہت سی برکات پوشیدہ ہیں:

الف: مہربانی اور دلجوئی سے تقویت ملتی ہے۔

ب: استعداد کو جلا ملتی ہے۔

ج: دوست اور دشمن کی پہچان ہو جاتی ہے۔

د: بہترین نظریہ سامنے آتا ہے۔

ھ: محبت اور دوستی پیدا ہوتی ہے۔

و: انسان خودرائے ہونے سے بچ جاتا ہے۔

ز: دوسروں کے لیے ایک عملی درس ہوتا ہے۔

ح: کامیابی کی صورت میں حاسدوں میں کمی ہو جاتی ہے۔

(کیونکہ اگر مشورے کے بعد شکست ہو جائے تو وہ لوگ اس شکست کو اپنے مشورے کا نتیجہ سمجھتے ہیں تو اس صورت میں وہ حسد نہیں کریں گے۔)

ط: شکست کی صورت میں غمخوار زیادہ ہو جاتے ہیں۔

(اگر مشورے کے بعد شکست ہو تو سب اسے اپنے مشورے کا نتیجہ قرار دیں گے اور ہمارے غم خوار اور ہمدرد بن جائیں گے۔)

یہ بات یاد رہے کہ مشورہ کرنا۔ حاکمیت اور قاطعیت اور توکل کے ساتھ اختلاف نہیں رکھتا۔ لہٰذا مشورے کے ساتھ ارادہ آپ کا بڑھا ہے اس لیے خدا پر توکل کیجیے۔

صابرانہ انداز میں پیش آنے کی روش:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے صبر کرنے پر مامور تھے۔ صبر کرو یہاں تک کہ فرمان خدا پہنچ جائے۔ (وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ) (۲۶۶)

صبر کرو تاکہ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہ ہو۔ (وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ) (۲۶۷)

صبر کرو جس طرح آپ سے پہلے اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے تھے۔ (فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ) (۲۶۸)

صبر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی صبر کے سائے میں آپ کو ترقی عطا کرے گا۔ (ولربک فَاصْبِرْ) (۲۶۹)

صبر کرو کیونکہ حوصلہ نہ ہونے پر تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ یونس صبر نہ کر سکے لہٰذا مچھلی نے گرفتار کر لیا۔ (فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ) (۲۷۰)

صبر کرو کیونکہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہمارا وعدہ مبنی برحق اور قطعی ہے۔ (فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ) (۲۷۱) ناروا گفتگو پر، تہمت پر، مسخرہ کرنے پر، حقارت آمیز رویے پر، بھی صبر کرنے کے علاوہ

ناروا طرز سلوک پر بھی صبر کرو۔ (اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ) (۲۷۲)

مخالفین کی باتوں پر چار مرتبہ فرمان دیا گیا کہ (فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ) (۲۷۳) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہانہ جوئی و زہر آلود تبلیغات، شبہات پیدا کرنا، ناجائز توقعات، زبانی تکلیفیں ہر چیز سے زیادہ پیغمبر کو تکلیف پہنچاتی تھیں۔

اس تمام تر تبلیغات کے اثرات، تہمتوں، بیجا توقعات، انحرافات میں کون سے عوامل تھے جو پیغمبر کو صابر اور ثابت قدم رکھتے تھے؟ ہم قرآن مجید سے یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ان تمام واقعات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مرتبہ اپنے پیغمبر کو صابر قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا کہ تمہارا دین سب ادیان پر غالب آئے گا۔ (۲۷۴) چاہے مشرکین اسے پسند نہ کریں۔ (۲۷۵)

یہ وعدہ کیا کہ آپ کی کتاب میں کسی قسم کی تحریف نہ ہوگی تمام تر سازشوں سے ہم اسے محفوظ رکھیں گے۔ (۲۷۶)

یہ وعدہ کیا کہ ان کے مقابل اپنے نور کو مکمل کروں گا جو نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ (۲۷۷)

یہ وعدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کفار کو ان کے تمام منصوبوں میں سست کر دے گا۔ (۲۷۸)

یہ وعدہ کیا کہ ہم مسخرہ کرنے والوں کے شر سے بچانے کے لیے کافی

ہیں۔(۲۷۹)

یہ وعدہ کیا کہ صالح بندوں کو اس زمین کا وارث بنائیں گے (۲۸۰)اور آئندہ اس دنیا پر باایمان اور عمل صالح کرنے والوں کی حکومت ہوگی۔(۲۸۱)

یہ وعدہ کیا کہ لشکر خدا غالب اوراس کے پیغمبر کامیاب ہوں گے۔(۲۸۲)

پریشانی کی حالت میں پیغمبرؐ کو اللہ تعالیٰ کی تسلی:

پریشان ہونے والے فتنوں پر آپ پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد ہونے والے فتنوں پر آپ پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ زخرف کی آیت نمبر ۴۱ میں اپنے پیغمبر سے یہ ارشاد فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہم اُن سے ان کی سازشوں اور نافرمانیوں کا انتقام لیں گے۔

آپ منحرفین کی روز افزوں کارروائیوں پر پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں۔(لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ)(۲۸۳)

آپؐ مخالفین کی جمعیت سے پریشان تھے تو قرآن مجید میں ارشاد ہوا خبیث افراد کی اکثریت سے آپ تعجب کررہے ہو لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔(۲۸۴)

آپؐ شکنجے دینے پر پریشان تھے تو ارشاد ہوا آپ سے پہلے بھی ایسا ہوا لیکن ہماری مدد پہنچ گئی۔(اُوذُوا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرُنَا) (۲۸۵)

اپنی تکذیب پر پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان سے کہہ دو: (لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ) (۲۸۶) میرا کام میرے لیے اور تمہارا کام تمہارے لیے ہے۔حقیقت ہے کہ جس کے ساتھ خدا ہے اسے کس چیز کی کمی ہے۔(فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ) (۲۸۷)

آپؐ مخالفین کی اچھی حالت پر اُن کی آرام دہ زندگی پر اور مومنین

کی غربت پر پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی اولاد اور مال و دولت پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ انہیں امکانات سے انہیں اسی دنیا میں عذاب میں مبتلا کردے۔(۲۸۸)

آپ مخالفین کی طولانی عمر گزارنے پر پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس سے قبل بھی انبیا کے مخالفین کو مہلت دی اور پھر ان پر اپنا قہر نازل کیا۔(۲۹۰)

آپ لوگوں کے انکار اور مددگار نہ ہونے پر پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے۔(۲۹۱)

(روایات کے مطابق جو کتاب کا علم رکھتا ہے اس سے مراد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، یعنی علی کی مانند ایک مؤمن تم سب کے عوض کافی ہے۔)

ان کے کفر پر آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ان کی اہمیت اتنی نہیں کہ آپ پریشان ہونے لگو۔(۲۹۲)

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ان کا کفر آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔(۲۹۳)

پریشان مت ہونا کیونکہ آپؐ نے تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

آپؐ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ ہماری طرف ہی پلٹ کر

آئیں گے۔(اِلَینَا مَرْجِعُهُمْ)(۲۹۴)

آپ مومنین کے چلے جانے پر پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک گروہ چلا گیا ہے تو کوئی بات نہیں اس کے بدلے میں ایک اور گروہ آجائے گا۔(فَإِنْ يَكْفُرْ هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْماً لَيْسُوْا بِهَا بِكَافِرِيْنَ)(۲۹۵)

کتاب کے تحریف ہونے سے خوف نہ کھاؤ ہم نے اسے خود نازل کیا ہے اور خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔(۲۹۶)

لوگوں پر قہر الٰہی کے نزدیک ہونے سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں جب تک آپ لوگوں کے درمیان ہو میں ان پر عذاب نازل نہیں کروں گا۔ جب تک لوگ استغفار کرتے رہیں گے میں عذاب نازل نہیں کروں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت پر فرمایا: دو امان میں سے ایک دنیا سے چلی گئی ہے۔ لیکن دوسری امان کی حفاظت کرو جو استغفار ہے۔(۲۹۷)

حقیقت میں جب انسان قرآن مجید کے سامنے بیٹھے اور پیغمبر کی پریشانیوں کا اندازہ لگائے نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تسلیوں اور تسکین پر غور کرے تو وہ اس فکر میں غوطہ زن ہو جائے گا کہ لوگوں کی ہدایت کرنا کتنا مشکل کام ہے، جو ہستی خلق عظیم کی مالک ہونے کے ساتھ وسعت قلبی کا اعلیٰ نمونہ ہے وہ بھی اس میدان میں کتنی پریشان ہے۔

ں مشکلات' بیجا توقعات، طرح طرح کی سازشیں اور منصوبے
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں آئے' لہٰذا
مسلمان اس فکری' سیاسی اور اخلاقی میدان میں کفار کی سازشوں
کے خلاف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید سے
استفادہ کر سکتے ہیں۔

یات میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے تھے کہ اپنی امت کے لیے
ب سے زیادہ پریشان کرنے والی بات یہ ہے کہ کہیں وہ ہوا ہوس
کی پیروکار اور طولانی آرزوؤں کی مالک نہ بن جائے۔(اتباع
الھوی و طول الامل)

یک اور حدیث میں ملتا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا میں ہر چیز سے زیادہ
تمہارے معمولی سے شرک پر پریشان ہوں۔ پوچھا گیا یارسول اللہ
معمولی شرک کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: ریا۔(ریاکاری)

یک اور حدیث میں ارشاد فرمایا سب سے زیادہ میں اس سے ڈرتا
ہوں کہ جو گمراہ کرنے والوں کا رہبر بدعت گزاروں کا سرغنہ ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر
اقدس میری آغوش میں تھا جب آپ سو گئے اور ہم چند لوگ اس
وقت دجال اور اس کے خطرات پر بات کر رہے تھے کہ اچانک پیغمبرؐ
اس حالت میں نیند سے بیدار ہوئے کہ ان کا چہرہ سرخ تھا اور فرمایا
مجھے تمہارے لیے غیر از دجال کا زیادہ ڈر ہے ان گمراہ کرنے والے

کریں گے۔ راہنماؤں سے جو میرے بعد میری اہلبیت کا خون

ایک اور حدیث میں پڑھتے ہیں کہ امت کی لیے سب سے بڑی
پریشانی دانشمندوں کی لغزش' حکما کی ذاتی ترجیحات اور دین میں
ناروا تاویلات ہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا: میں اپنی امت کی حرام آمدنی' شہوت
پرستی اور سود سے بڑی شدت کے ساتھ ڈرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں پڑھتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ
یہ کہتے تھے تم اس وقت کیا کرو گے جب فتنے تمہیں گھیر لیں گے۔
جب بچے انہیں فتنوں میں رشد کریں گے۔ بزرگ اس فتنے میں
بوڑھے ہو جائیں گے۔
لوگ ان فتنوں کے عادی ہو جائیں گے۔ اس طرح گویا لوگ کے
نزدیک یہ فتنے نسبت اور قانون کا درجہ پالیں گے۔ اگر اسے کوئی
بدلے گا تو کہیں گے کہ اصلی نسبت تو ضائع ہوگئی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اپنی نالہ وفریاد جاری رکھی یہاں تک فرمایا کہ دین میں
غور و فکر غیر خدا کے لیے ہوگی۔
تربیت' عمل کے لیے نہیں ہوگی (بلکہ اس کا عنوان' دولت کا حصول'
رقابت اور شہرت کے لیے ہوگی) آخرت کے امور کے ذریعے
دنیاوی مقاصد حاصل کیے جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں بیان ہوا مجھے اپنے بعد ایسے منافقین سے خطرہ

ہے جو بہترین انداز میں تمہارے لیے بات کریں گے۔

بائیکاٹ یا علیحدگی کا اظہار:

قرآن مجید کے دستور کے مطابق پیغمبر اسلام کی سیرت یہ تھی کہ بعض مواقعوں پر اپنی علیحدگی کا اظہار فرماتے لوگوں سے، مختلف گروہوں اور تقریبات کا آج کی اصطلاح کے مطابق بائیکاٹ کرتے تھے اور معاشرے میں ان کی اہمیت کم کر کے ان کا اثر ختم کر دیتے تھے۔ اس مسئلے پر کافی روایات اس عمل کی نشاندہی کرتی ہیں۔

سورہ انعام کی آیت نمبر ۶۸ میں پڑھتے ہیں، جب بھی کسی کو دیکھو کہ وہ ہماری آیات میں (غلط کام کے ارادے سے نہ کہ حقیقت سمجھنے کے ارادے سے) جستجو یا گفتگو کرتے ہیں۔ ان سے اپنا رخ بدل لو۔(فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ) تا کہ وہ اپنی بات بدل کر کوئی دوسری بات شروع کر لیں۔ سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ میں بھی اسی طرح پڑھتے ہیں کہ اگر آپ کو پتہ چلے کہ آیات الٰہی کا انکار یا مذاق اڑایا گیا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا یا پھر وہ کسی اور موضوع پر بحث کرنے لگیں۔ بہر حال نہی از منکر کی ایک روش یہ ہے کہ برائیوں سے دوری اختیار کی جائے غلط کام کرنے والوں سے منفی رویہ اختیار کیا جائے نیز یہ عمل مکتب کے ساتھ ہمدردی، غیرت اور وفا کرنے کے لیے ہو۔

انسان کو فاسد معاشرے میں ہضم نہیں ہونا چاہیے بلکہ معاشرے

کو بدلنا چاہیے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے کہ مجلس سے نکل جائے یا علاقے سے ہجرت کر جائے یا باطل کام کو غلط قرار دے۔ حدیث میں ہے کہ شر پسند یا شریر لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے اچھے لوگوں کے بارے میں لوگ بد ظن ہونے لگیں گے۔

بائیکاٹ کا ایک اور نمونہ سورہ نور کی آیت نمبر ۴ میں پڑھتے ہیں کہ جو لوگ پاکدامن اور شوہر دار عورتوں کو زنا سے منسوب کرتے ہیں اور چار گواہ نہیں لاتے تو پھر انہیں اسی (۸۰) تازیانے مارے جائیں اور ان کی گواہی ہرگز قبول نہ کی جائے۔(لَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا)

لوگوں کو گواہی دینے سے روکنا، ان سے دوری اختیار کرنا یا بائیکاٹ کرنا ہے۔

اگر روایات میں یہ ملتا ہے کہ فلاں افراد سے مشورہ نہ کریں، ان کے ساتھ سفر نہ کریں، شادی نہ کریں اور اسی طرح کی مثالیں ملتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کا اجتماعی محاصرہ کیا جائے۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۸ میں پڑھتے ہیں۔(وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِن

اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ)

اوران تین لوگوں کو (جو جنگ تبوک میں سستی کے باعث شریک نہ ہوسکے) جو رہ گئے اور جب زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود (لوگوں کے قہر اور نفرت) تنگ ہوگئی تو وہ خود سے بھی تنگ آ گئے اور یہ سمجھ گئے کہ خدا کے مقابلے میں سوائے اس کے کوئی اور پناہ گاہ نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو شامل حال کرلیا اور انہیں توبہ کی توفیق حاصل ہوگئی بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تین مسلمان جو جنگ تبوک میں شرکت نہ کرسکے۔ (کعب بن مالک، مرارۃ بن ربیع وحلال بن اُمیہ) پشیمان ہونے کے بعد پیغمبرؐ کی خدمت میں معذرت طلب کرنے کے لیے آئے، لیکن حضرت نے ان سے کوئی بات نہ کی اور حکم دیا کہ کوئی بھی ان سے بات نہ کرے اور ان کی بیویاں بھی ان کے قریب نہ جائیں۔ وہ مدینہ کے اطراف میں پہاڑوں پر چلے گئے اور استغفار کرنے لگے ایک دوسرے سے جدا ہوکر تضرع وگریہ زاری کرنے لگے پچاس دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ (۲۹۸)

اس آیت سے یہ استفادہ ہوتا ہے:

۱۔ جو راہنما کے فرمان اور جنگ میں شرکت سے بے اعتنائی برتتے ہیں ان کو تنبیہ کی جائے اور کچھ عرصہ انہیں بے آسرا رہنے دیا جائے۔ (خلفوا)

۲۔ مجرموں اور اختلاف کرنے والوں کی تربیت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کا بائیکاٹ کیا جائے ان سے بے اعتنائی برتی جائے اور ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ (ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ ... ظَنُّوْآ اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ)

۳۔ خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ منفی رویہ رکھنے سے معاشرہ ان کے لیے بغیر کسی محنت کے زندان بن جائے گا اور یہ انتہائی مؤثر حربہ ہوگا۔ (ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ)

۴۔ پیغمبرؐ رحمت الٰہی کا مظہر ہیں، لیکن مربّی کے عنوان سے قہر و غضب سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ (ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ)

۵۔ عذابوں میں سے ایک ضمیر (وجدان) کا عذاب ہے۔ (ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ)

۶۔ لوگوں سے مایوسی، خدا کی توجہ کی راہ ہموار کردیتی ہے۔ (لَّا مَلْجَاَ ... ثُمَّ تَابَ)

۷۔ توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے لطف وعنایت سے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنا لطف انسان پر نازل کرتا ہے۔ (تَابَ عَلَيْهِمْ) تاکہ انسان پشیمانی، معذرت اور توبہ کی توفیق حاصل کرلے۔ (لِيَتُوْبُوْا) جیسے ہی انسان توبہ کرتا ہے تو خدا اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ)

٨﴾ منفی رویہ' بے اعتنائی اور بائیکاٹ کا ایک دور مکمل ہونے کے بعد مناسب شرائط کی روشنی میں خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے واپسی کا راستہ بتائیں تاکہ وہ واپس آ جائیں اور پھر انہیں مہربانی کے ساتھ قبول کرلیں۔(تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کارنامہ:

پیغمبر اکرمؐ نے شرک کو توحید میں بدل دیا' بیٹی کی پیدائش جو معاشرے کے لیے ننگ و عار تھی اسے عزت میں تبدیل کر دیا۔

عورت کے لیے حق مالکیت' شوہر کا انتخاب' وراثت کا حق اور حصول علم' حج' جمعہ اور جماعت میں شرکت کا حق' علمی' معنوی' ثقافتی' اقتصادی سیاسی فعالیت کا حق تسلیم کیا۔

جہاں پر قرآن مجید اولوالالباب اور خردمندوں کا ذکر کرتا ہے اور فرمایا: ''خردمند آسمان اور زمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔ اپنے خدا سے گفتگو اور دعا کرتے ہیں۔''

آخر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ ان خردمندوں کی دعا مستجاب کرتا ہے اور فرمایا میں تمہارے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت کیونکہ تم سب ایک دوسرے سے ہو۔

جی ہاں! زمانہ جاہلیت میں جس عورت کو کوئی حق حاصل نہیں تھا لیکن قرآن مجید نے اسے اولوالالباب کا جزو قرار دیا۔(۲۹۹)

سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں پیغمبرؐ کی ازواج سے ارشاد ہوا: اپنے گھر پر رہو' یہ بات کہنے کی نہیں کہ گھر میں رہنے سے مراد پیچھے رہنا نہیں' کیونکہ آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت جو تمہارے گھر پر نازل ہوئی اسے تلاوت کریں' یعنی گھر میں رہتے ہوئے دانشمند بننے میں کوئی چیز مانع نہیں' اس دوران ارشاد

ہوا، گھر سے نکلتے وقت تبرج کے ساتھ نہ نکلیں، تبرج، برج سے ہے۔ بلند عمارت کو کہا جاتا ہے تبرج یعنی خودنمائی کرنا جس طرح بلند عمارتیں خودنمائی کرتی ہیں، اس لیے اسلام کا نظریہ ہے کہ عورت دانشمند اور حکیم ہو، لیکن خودنمائی اور جلوہ گری نہ دکھائے، آیت نمبر ۳۵ میں فرمایا: مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے ہمدوش ہو کر معنوی کمالات حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گرانقدر بخشش اور اجر حاصل کر سکتے ہیں۔

پیغمبرؐ کی نسل دوسروں کے لیے نمونہ ہے:

آپ کی نسل بھی اسوہ ہے، جن ایام میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تو یہ ایام شہادت حضرت زہرا علیہا السلام کے ایام ہیں اور یہ نکتہ آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ چہاردہ معصومین میں سے ایک کو عورتوں کے لیے نمونہ عمل ہونا لازمی تھا، کیونکہ اگر تمام معصومین میں مرد ہوتے تو اسلام نے جتنی تاکید خواتین کے لیے کر رکھی ہیں جیسے بیوی، خانہ داری، بچہ داری، حجاب وعفت، مشکل اور ناپسندیدہ حالات میں صبر اور تسلیم رضا کے ساتھ رہنا، یہ فقط اس دنیا میں نصیحت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا شاید خواتین خود سے یہ کہتیں: اگر معصومین میں ایک عورت بھی ہوتی تو ہمارا بھی خیال رکھتی۔ یہ سب وصیتیں اور ذمہ داریاں ہمارے لیے نہ ہوتیں۔

حضرت زہرا علیہا السلام کا وجود خواتین کے لیے نمونہ ہے تا کہ

خواتین کے لیے یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام جو کہتا ہے وہ قابل عمل ہے۔ فقط حضرت زہرا علیہا السلام ہی نہیں بلکہ آپ کی بیٹی حضرت زینبؑ تاریخ میں خواتین کے لیے نمونہ ہیں بلکہ زہرا علیہا السلام کی کنیز کی بیٹی (فضہ کی دختر) اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ قرآن کے ہمراہ بات کرتی ہے۔

حضرت زہرا علیہا السلام خواتین کی زندگی میں فقط مسئلوں میں نمونہ عمل نہیں، ہم یہاں حضرت زہرا علیہا السلام کی زندگی سے چند قابل عمل نمونے ذکر کرتے ہیں۔

اگر قرآن مجید والدین پر احسان کی بات کرتا ہے، تو جناب زہراؑ اتنا احسان کرتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ تم اپنے بابا کی ماں ہو، یعنی تمہاری محبت بیٹی سے بھی بڑھ کر ہے۔ (ام ابیھا)

اگر قرآن مجید میں بخشش اور ایثار کی بات ہوتی ہے تو آپؑ نے اپنا شادی کا لباس فقیر کو اس وقت بخش دیا جب اپنے شوہر کے گھر جا رہی تھیں۔

اگر قرآن مجید میں ہجرت کی بات ہے تو فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ہجرت کی۔

اگر قرآن مجید میں صبر، خلوص، تسلیم ورضا تقویٰ اور حیا کی بات کی تو حضرت زہرا علیہا السلام ان کمالات کے عروج پر تھیں۔

اگر قرآن مجید میں علم وحکمت کی بات کی گئی ہے تو فاطمہ زہرا علیہا

السلام کی ایک کتاب ہے جسے مصحف زہراؑ کہتے ہیں اور ائمہ
معصومینؑ آئندہ کے حالات سے مطلع ہونے کے لیے اس کتاب
سے رجوع کرتے تھے۔

اگر قرآن مجید میں کوشش اور ہمت سے کام کرنے کی بات کی گئی ہے
تو حضرت زہرا علیہا السلام کے ہاتھوں پر گھر میں کام کرتے کرتے
چھالے پڑ گئے تھے۔

اگر قرآن مجید میں عدالت کی بات کی گئی ہے تو حضرت زہرا علیہا
السلام کام کو اپنے اور کنیز کے درمیان تقسیم کر لیتی تھیں۔

اگر قرآن مجید میں الٰہی نمائندے کی بات کی گئی ہے تو حضرت زہرا
علیہا السلام نے مسجد نبوی میں ایسا خطبہ پڑھا جس میں حکومت وقت
کے سامنے احتجاج اور اپنے شوہر کی حمایت کی جس کا انجام بالآخر
شہادت تھا۔

اگر قرآن مجید میں ایمان و آخرت اور ایک اور دنیا کے اشتیاق کی
بات کی گئی تو جیسے ہی فاطمہ نے اپنے بابا سے سنا کہ تم سب سے پہلے
مجھے ملو گی تو خوش ہو گئیں ان چند نمونوں کو دیکھنے کے بعد ہم یقین
کر لیں کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام قرآن مجید کا عملی نمونہ ہیں۔

اگرچہ گزشتہ اور موجودہ ثقافت میں مختلف اشعار اور ضرب المثل کے
ذریعے عورت کی حیثیت کو کم کیا گیا ہے اور کمزور ظاہر کیا ہے، لیکن
قرآن مجید نہ فقط خواتین کو بلکہ تمام مردوں کو یہ کہہ رہا ہے کہ فرعون

کی بیوی کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دو۔
وہ محل میں تھی لیکن محل سے متاثر نہ ہوئی، فرعون کی اکڑ خانی دیکھی
لیکن اس سے خوف زدہ نہیں ہوئی۔ رفاہ اور آسائش کے تمام
وسائل، باغ، نہریں، حکومت اور قدرت کہ جس کے سبب فرعون
مغرور ہو کر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا اور کہنے لگا: (أَلَيْسَ لِي
مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِي) (۳۰۰) کیا یہ سب، دریا جو میرے نیچے سے گزرتے ہیں یا
مصر کی حکومت اور فرمانروائی میرے لیے نہیں؟ لیکن اس کی بیوی
خدا سے یہ التجا کرتی ہے کہ میں تیری بارگاہ میں مقام و منزل کی
درخواست کرتی ہوں۔ (رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي
الْجَنَّةِ) (۳۰۱) اے میرے پروردگار بہشت میں اپنے نزدیک
میرے لیے گھر بنا، اس آیت میں بہشت اور بہشتی گھر سے زیادہ
اہم لفظ (عِنْدَكَ) ہے خاتون اگر چاہے تو اس مقام تک پہنچ
سکتی ہے جو ان لذتوں کو نظر انداز کرے جو وہ آنکھوں سے دیکھ سکتی
ہے اور اس سے دل لگا لے جو خدا کے پاس ہے۔

ہماری ذمہ داری:

حضرتؑ کے سامنے ہم پر چند وظائف عائد ہوتے ہیں۔ یہاں پر ہم
ان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱۔ آپؑ کی معرفت کے طور پر یہ جان لیں کہ وہ طبیب ہیں اور ان

کی کتاب ہمارے لیے شفا ہے اور وہ خود دنیا میں ہمارے لیے نمونہ
عمل اور روز قیامت ہمارے شفیع ہیں۔

۲۔ معرفت کے بعد ان پر ایمان لے آئیں اور ان کے ہمراہ رہیں
اجر رسالت جو کہ ان کی اہلبیت سے محبت ہے اسے ادا کریں اور یہ
جان لیں کہ اس محبت کا ثمر خود ہماری طرف پلٹ آئے گا۔

۳۔ جو وہ ہمارے لیے لائے اسے لے لیں اور اس پر عمل کریں' (مَا
آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ) اور جس سے روکا ہے اس سے
دور رہیں۔ (مَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (۳۰۲)

۴۔ رسول اللہ کے احکامات پر بے چون و چرا عمل کریں' ان پر تنقید یا
اعتراض نہ کریں' قرآن میں ارشاد ہوا کہ جو تمہارے فیصلوں پر
اعتراض کرتے ہیں حقیقت میں وہ ایمان نہیں رکھتے۔ (فَلاَ
وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ) (۳۰۳) اور یہ بات کہیں رہ نہ جائے کہ خدا اور رسول کے
سامنے تسلیم ہونے کا معنی یہ نہیں کہ عقل کو ایک طرف کر دیا جائے۔
کیونکہ عقل ہمیں یہ کہتی ہے کہ صحیح معرفت اور شناخت کے بعد پیروی
کرنی چاہیے۔ جس طرح ہم ایک سپیشلسٹ ڈاکٹر کو پہچاننے کے
بعد اس کے نسخے پر بے چوں چرا عمل کرتے ہیں اور کوئی بھی یہ نہیں
کہتا کہ ڈاکٹر کے اس نسخے پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عقل کو
ایک طرف رکھ دیں اور اگر بیمار یہ کہیں کہ جب تک ہمیں دوائیوں

کے تمام رازوں کا پتہ نہ چلے ہرگز استعمال نہیں کریں گے تو اس
صورت میں بہت سے بیمار اس دنیا سے چلے جائیں گے کیونکہ ہر
بیمار دوائیوں کی شناخت کی طاقت نہیں رکھتا۔

۵۔ ہمارا ایک وظیفہ یہ ہے کہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود
بھیجیں سورہ احزاب میں فرمان خدا سے اس کی تاکید کی گئی ہے۔
(إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا
الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا)
(۳۰۴) بیشک اللہ تعالیٰ اور فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں پس اے
ایمان لانے والو تم بھی درود بھیجو۔

جی ہاں جب کائنات کا خالق اور فرشتے' ہمیشہ درود بھیجتے ہیں اور اگر
ہم درود نہ بھیجیں تو ہو سکتا ہے یہ ایک طرح سے ظلم ہو۔

کس طرح درود بھیجیں؟

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا:

(اللّٰھم صلّ علی محمّد و آل محمّد)

روایات میں درود بھیجنے کے اثرات اور ان کا فراوان اجر نقل ہوا ہے
ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جو بھی اپنی کسی تحریر میں مجھ پر درود بھیجے گا تو جب تک اس کی تحریر میں
یہ باقی رہے گی اسے اجر ملتا رہے گا۔

خصوصیت پیغمبرؐ کا ادب:

سورہ حجرات کے اوائل میں پڑھتے ہیں۔ (لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ) کسی بھی کام میں خدا اور پیغمبرؐ سے آگے نہ بڑھیں۔

لوگ اپنے وہم وگمان یا بہانے اور رجحان سے یا پھر ایجاد وابتکار، آزادی فکر کے روپ میں جلد بازی سے فیصلے نہ کریں' ایسی صورتحال میں وہ کچھ کہنے یا لکھنے لگیں اور خدا اور رسولؐ سے آگے بڑھ جائیں۔ اسی طرح قاطعانہ فیصلہ کرنے' انقلابی پن کا ثبوت دینے' زہد اور سادہ زیستی کا ڈھنڈورا پیٹنے سے گریز کرنا چاہیے۔

خدا اور رسولؐ کا فرمان پس پشت ڈال کر کہیں انفرادی یا کسی قبیلے کی یا پھر بین الاقوامی سطح پر مختلف آداب و رسوم اور قوانین کی پیروی کرنے لگیں۔

حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے لگیں' خدائی قوانین کے مقابلے میں اپنے قوانین بنائیں' بہت سے معاملات میں تیزی دکھانا یا سستی دکھانا خدا اور رسولؐ پر سبقت لینا ہے۔

آپ مسلمانوں کے چند تاریخی نمونوں پر توجہ کریں جو پیغمبر سے آگے بڑھ گئے اور انہیں منع کیا گیا۔

۱﴾ عید قربان کے موقع پر چند لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی سے پہلے قربانی کر لی' تو ان سے کہا گیا: (لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ) (۳۰۵)

۲﴾ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک گروہ کو تبلیغ کی غرض سے کفار کے پاس بھیجا' کفار نے پیغمبرؐ کے نمائندوں کو قتل کر دیا اور فقط تین افراد اپنی جان بچا سکے ان تینوں نے واپسی پر کفار کے قبیلے بنی عامر کے دو افراد کو اپنے دوستوں کا انتقام لینے کی غرض سے قتل کر دیا' جبکہ یہ دونوں افراد بے قصور تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس خودسرانہ عمل پر تنبیہ کی کہ انہوں نے پیغمبرؐ کے حکم کے بغیر ایسا کیا (لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ) (۳۰۶)

۳﴾ قوم بنی تمیم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لیے کسی امیر یا حاکم کی درخواست کی' خلفیہ اول اور دوم نے اپنے اپنے بندوں کا نام دیا اور آپس میں بحث کرنے لگے کہ اس کا امیدوار بہتر ہے کہ آیت نازل ہوئی۔ (لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ ...وَلَا ترفعوا اصواتکم)

۴﴾ امام معصوم علیہ السلام نے ایک شخص کو کہا یہ دعا پڑھو: (لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ...) جب یہاں تک پہنچے تو امام نے فرمایا: (یحیی و یمیت) سننے والے نے اپنی طرف سے اس جملے کا اضافہ کر دیا اور کہا (ویمیت و یحیی) حضرت نے فرمایا تمہارا جملہ تو صحیح ہے لیکن جو میں کہتا ہوں وہی کہو اور پھر یہ آیت تلاوت کی: (لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہ)

۵﴾ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب نے خود پر کھانا، سونا اور اہلیہ کے ساتھ رہنا حرام کرلیا، آپؐ ناراحت ہوئے۔ لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں خود کھانا کھاتا ہوں، سوتا ہوں اور اپنی اہلیہ کے ساتھ زندگی گزارتا ہوں میری زندگی کی راہ و روش اور سیرت یہ ہے، پس جو بھی اس کی پیروی نہیں کرے گا۔ وہ ہم میں سے نہیں۔ **(فمن رغب عن سنتی فلیس منی)**

۶﴾ ہجرت کے آٹھویں سال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کی غرض سے مدینہ سے حرکت کی اس سفر میں بعض مسلمانوں نے اپنا روزہ افطار نہ کیا اور یہ جانتے تھے کہ مسافر پر روزہ فرض نہیں اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ افطار کرلیا ہے یہ بھی ایک طرح سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنا ہے۔

پیغمبرؐ کی کائناتی رسالت:

پیغمبرؐ کی رسالت پوری کائنات کے لیے تھی کیونکہ پیغمبرؐ نے فرمایا: **(اُوحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَکُمْ وَمَنْ بَلَغَ)** یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا تا کہ تمہیں اور جس تک میرا پیغام پہنچے اسے آگاہ کروں۔(۳۰۷)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ”ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر سب لوگوں کے لیے“(۳۰۸) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: **(اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا)**(۳۰۹)

قرآن مجید نے بارہا فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر کامیابی دے۔“(۳۱۰)

روایات میں ملتا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا میں ہر سیاہ و سفید اور سرخ پوست کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔(۳۱۱)

رسالت پیغمبرؐ پوری کائنات کے لیے ہونے کی ایک اور علامت یہ معروف حدیث ہے: ”حلالِ محمد روز قیامت تک حلال ہے اور حرامِ محمد روز قیامت تک حرام ہے۔“

آپؐ نے جو خطوط حبشہ، ایران، بحرین، روم، جندل، مصر، شام، یمامہ، عمان، حضرموت، نجران، یمن، ساوہ کے بادشاہوں اور مختلف قبائل کے رؤسا کو لکھے جن کی تعداد ۱۸۵ تک پہنچتی ہے۔(۳۱۲) عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام اتنی تیزی سے انجام دیا گیا کہ ایک دن نماز صبح کے

بعد اپنے اصحاب کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور پر تحرک تقریر فرمائی اور
چھ افراد کو دنیا کے چھ حصوں میں بھیج دیا۔(۳۱۳)

سورہ انعام کی آیت نمبر ۹۰ اور سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۷۰ اور آل
عمران کی آیت نمبر ۸۵ اور سورہ فرقان کے آغاز میں رسالت پیغمبرؐ
کے بارے میں بیان ہوا کہ یہ پوری کائنات کے لیے ہے۔

سوال: اگر رسالت پیغمبرؐ پورے جہان کے لیے ہے تو پھر بعض
آیات میں پیغمبر کو کیوں مأمور کیا گیا کہ وہ اپنے قریبیوں (وَ اَنْذِرْ
عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) (۳۱۴) یا پھر مکہ کے لوگوں کو آگاہ
کریں؟ (لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا) (۳۱۵)

جواب: آیات و روایات رسالت پیغمبرؐ کو پوری کائنات کے لیے
ثابت و روز روشن کی طرح واضح کرتی ہیں۔ لیکن کلی طور پر ہر کام کا
آغاز درجہ بدرجہ یا قدم یا بقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا شروع میں پیغمبر کے
لیے ضروری ہے کہ پہلے خود اپنے تک پہنچیں۔ (وَ ثِيَابَكَ
فَطَهِّرْ) (۳۱۶) (وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ) پھر اپنے قریبیوں سے پھر
اپنے علاقے کے لوگوں کو اور پھر مختلف شہروں میں کام کا آغاز ہو۔

تورات اور انجیل کی بشارت:

سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں ہم پڑھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور ان کی نشانیوں کا ذکر توریت اور
انجیل میں تحریر ہے۔ (مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ

الانجیل)

سورہ صف کی آیت نمبر ۶ میں پڑھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا
میں تمہیں بشارت دیتا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آئے گا اور
اس کا نام احمد ہوگا۔

ہم یہ کہتے ہیں اگر یہ نہ لکھا ہوتا تو پھر فوراً توریت اور انجیل کو یہ لوگ
لے آتے اور کہتے کہ یہاں تو نہیں لکھا ہوا اس عمل سے اپنی بنیاد
مضبوط بناتے نیز پیغمبر کی آبرو کا مسئلہ بھی اٹھاتے اور جنگوں
اور جزیہ کے علاوہ ان تمام مشکلات سے چھٹکارا مل جاتا۔ ہم جب
دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے جنگیں کیں اور عیسائیوں نے جزیہ دیا
لیکن توریت اور انجیل کو کبھی بھی پیش نہیں کیا اس سے ہم یہ سمجھ گئے
کہ نام اور نشانیاں موجود تھیں۔ اگر چہ آج توریت اور انجیل میں
عیسیٰؑ کے مددگاروں اور خود عیسیٰؑ کا کلام مخلوط ہو چکا ہے۔ اس میں تغیر
آ چکا ہے۔ اس اختلاط کی بہترین نشانی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک
انجیل لائے تھے اور آج کئی انجیلیں موجود ہیں بہر حال قرآن مجید
میں یہ ارشاد ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے علماء پیغمبرؐ کو اپنے بیٹوں کی
مانند پہچانتے تھے عجیب بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض افراد تو ظہور
پیغمبرؐ سے قبل ہی یہ نوید سنا رہے تھے کہ ہم کتاب کی مدد اور جدید پیغمبرؐ
سے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کریں گے۔ (وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ
يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) (۳۱۷) لیکن جسے یہ جانتے

تھے۔ جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

رحلت کے بعد پیغمبرؐ کی مدیریت:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے بعد ایسی علامات نصب کر دیں تھیں تا کہ لوگ منحرف نہ ہوں۔ چند نمونوں پر غور کیجئے۔

ا۔ ایک جگہ فرمایا: فاطمہؑ میرے جسم کا حصہ ہے اس کی رضا میری رضا ہے اس کا غضب میرا غضب ہے۔ (اس کلام کو تمام اسلامی فرقے قبول کرتے ہیں۔)

اپنے اس بیان سے لوگوں کو آگاہ کر دیا کہ میرے بعد اگر کسی فرد میں شک کرنے لگو تو پھر یہ دیکھنا کہ فاطمہ علیہا السلام کی رائے جس کے ساتھ ہے وہی حق ہے اور جس سے فاطمہ علیہا السلام ناراض ہے وہ باطل ہے۔

دوسری علامت ابوذرؓ کا طریقہ کار ہے، پیغمبرؐ نے فرمایا: اس آسمان تلے ابوذرؓ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ (اس حدیث کو بھی شیعہ اور سنی قبول کرتے ہیں۔)

اس حدیث کے ذریعے آپؐ نے لوگوں کو بتا دیا کہ میرے بعد معاشرے کے راہنما پر شک نہ کرنا بلکہ تمہاری نظر میں ابوذرؓ جیسے راستگو پر ہونی چاہیے۔ تیسری نشانی عمارؓ تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اے عمارؓ جو بھی تجھے قتل کرے گا وہ ستمگر ہوگا چونکہ عمارؓ جنگ صفین میں لشکر معاویہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تو یہاں سے معلوم ہوا کہ لشکر

معاویہ باطل پر تھا۔
ستمگروں کے ہاتھوں قتل ہونے کے بارے میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ (تقتلک الفئة الباغیه) آئی ہے اس حدیث کو شیعہ اور سنی قبول کرتے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا ان جملوں کے ذریعے **"علی منی و انا من علی علی مع الحق حسن منی و انا من حسین سلمان منا اهل البیت"** چند افراد کو نمونے کے طور پر ذکر کیا تا کہ میرے بعد لوگ اپنے رہنما کی تلاش میں اِدھر اُدھر نہ جائیں بلکہ فاطمہؑ، ابوذرؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کو دیکھیں کہ انہوں نے کس کی رہبری کو قبول کیا ہے یہ ہے پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کہ آپؐ کے بعد کس پر عمل کیا جائے۔

اللھم صلی علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم

☆☆☆☆☆

۱) نہج البلاغہ/حکمت ۲۶۰

۲) سورہ ضحیٰ/۶

۳) سورہ ضحیٰ/۷

۴) سورہ ضحیٰ/۸

۴_۱) سورہ انشراح/۱

۵) سورہ انشراح/۲_۳

۶) سورہ نصر/۲

۷) سورہ آل عمران/۱۶۴

۸) سورہ انبیاء/۱۰۷

۹) سورہ احزاب/۲۱

۱۰) سورہ نساء/۴۱

۱۱) سورہ توبہ/۱۲۸

۱۲) سورہ بلد/۱و۲

۱۳) سورہ احزاب/۵۶

۱۴) سورہ نساء/۷۷

۱۵) سورہ قلم/۴

۱۶) سورہ اعلیٰ/۶

۱۷) سورہ احزاب/۴۵_۴۶

۱۸) سورہ نجم/۸

۱۹) سورہ نجم/۳

۲۰) سورہ نجم/۱۷

۲۱) سورہ نجم/۱۱

۲۲) سورہ منافقین/۸

۲۳) سورہ نساء/۵۹

۲۴) سورہ انفال/۲۴

۲۵) سورہ حشر/۸

۲۶) سورہ نساء/۱۴، سورہ مائدہ/۵۶، سورہ احزاب/۵۷

۲۷) سورہ احزاب/۵۷

۲۸) سورہ بقرہ/۱۴۴

۲۹) سورہ ضحیٰ/۵

۳۰) سورہ کوثر/۱

۳۱) سورہ مائدہ/۶۷

۳۲) سورہ مزمّل/۱

سیرت از قرآن مجید

۱۔۳۲) سورہ مدثر/۱

۳۳) سورہ حجر/۹۷

۳۴) سورہ احزاب/۳۳

۳۵) سورہ انبیاء/۱۰۷

۳۶) سورہ نحل/۱۰۳

۳۷) سورہ نجم/۶

۳۸) سورہ یس/۶۹

۳۹) سورہ قلم/۲

۴۰) شرح ابن ابی الحدید/ ج۶/ ص۳۴۰، سنن النبی/ علامہ طباطبائی /ص۶

۴۱) نہج الفصاحہ/ص۶۳۳

۴۲) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۴۳

۴۳) سورہ فرقان/۱، سورہ سبأ/۲۸ میں ہم پڑھتے ہیں ﴿کافة للناس﴾ پیغمبرؐ نے فرمایا میں تمام جہانوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (ارسلت الی الخلق کافة) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۴۵

۴۴) نہج البلاغہ/خطبہ۲۶

۴۵) نہج البلاغہ/خطبہ۱۷۶

۴۶) نہج البلاغہ/خطبہ۹۵

۴۷) سورہ یونس/۵۷

۴۸) نہج البلاغہ/خطبہ۱۰۹

۴۹) سورہ بنی اسرائیل/۹

۵۰) نہج البلاغہ/خطبہ۱۱۰

۵۱) وسائل الشیعہ/ج۴/ص۸۵۴

۵۲) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۱۷

۵۳) سورہ ابراہیم/۱

۵۴) نہج البلاغہ/خطبہ۱۴۷

۵۵) سورہ انعام/۱۵۵

۵۶) سورہ حشر/۷

۵۷) سورہ نحل/۸۹

۵۸) سورہ انبیاء/۱۰۷

۵۹) تحف العقول/ص۴۸۸

۶۰) سورہ نساء/۷۴

۶۱) موسوعة زیارات المعصومین/ ج۱/ص۱۴۲

۶۲) سورہ آل عمران/۱۳۸

۶۳) نہج البلاغہ/خطبہ۹۶

۶۴) سورہ ص/۲۹

۶۵) صحیفہ سجادیہ/ دعای دوم

۶۶) صحیفہ سجادیہ/ دعای ۴۲

۶۷) صحیفہ سجادیہ/ دعای ۴۲

۶۸) سورہ واقعہ/۷۷

۶۹) موسوعة زیارة المعصومین/ ج۱/ص۱۱۷

۷۰) کنز العمال/حدیث۴۵۴۰۹

۷۱) سورہ حاقہ/۵۱

۷۲) موسوعة زیارہ المعصومین/ ج۱/ص۹۵

۷۳) سروہ یونس/۵۷

۷۴) نہج البلاغہ/خطبہ۱۰۶

۷۵) سورہ حجر/۱

۷۶) سورہ حجر/۸۹

۷۷) سورہ حم سجدہ/۴۱

۷۸) نہج البلاغہ/خطبہ۵۶

۷۹) سورہ جن/۲

۷۹) نہج البلاغہ/خطبہ۱۹۵

۸۱) سورہ مائدہ/۴۸

۱۔۸۱) نہج البلاغہ/خطبہ۶۳

۸۲) نہج الفصاحہ/حدیث۱۹۷۹

۸۳) بحار الانوار/ج۹/ص۲۹۴

۸۴) کنز العمال/حدیث۲۴۰۰

۸۵) سورہ انفال/۳۳

۸۶) سورہ کہف/۱

۸۷) سورہ یس/۳۰۴

۸۸) سورہ طارق/۱۳

۸۹) نہج البلاغہ/خطبہ۲۷۹

۹۰) سورہ مائدہ/۶۷

۹۱) سورہ قمر/۱۷

۹۲) سورہ ہود/۱

۹۳) سورہ نساء/۹

۹۴) سورہ بنی اسرائیل/۱

۹۵) بحار الانوار/ج۶۷/ص۶۸

۹۶) سورہ انفال/۲۴

۹۷) سورہ نساء/۸۰

۹۸) سورہ نجم/۳

۹۹) سورہ زخرف/۴۳

۱۰۰) سورہ قلم/۱۰۰

۱-۳۲) سورہ مدثر/۱

۳۳) سورہ حجر/۹۷

۳۴) سورہ احزاب/۳۳

۳۵) سورہ انبیاء/۱۰۷

۳۶) سورہ نحل/۱۰۳

۳۷) سورہ نجم/۶

۳۸) سورہ یس/۶۹

۳۹) سورہ قلم/۲

۴۰) شرح ابن ابی الحدید/ ج۶/ ص۳۴۰، سنن النبی/ علامہ طباطبائی /ص۶

۴۱) نہج الفصاحہ/ص۶۳۳

۴۲) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۴۳

۴۳) سورہ فرقان/۱، سورہ سبأ /۲۸ میں ہم پڑھتے ہیں (کافۃ للناس) پیغمبرؐ نے فرمایا میں تمام جہانوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (ارسلت الی الخلق کافۃ) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۴۵

۴۴) نہج البلاغہ/خطبہ۲۶

۴۵) نہج البلاغہ/خطبہ۱۶۷

۴۶) نہج البلاغہ/خطبہ۹۵

۴۷) سورہ یونس/۵۷

۴۸) نہج البلاغہ/خطبہ۱۰۹

۴۹) سورہ بنی اسرائیل/۹

۵۰) نہج البلاغہ/خطبہ۱۱۰

۵۱) وسائل الشیعہ/ ج۴/ص۸۵۴

۵۲) فضائل الخمسہ/ ج۱/ص۱۷

۵۳) سورہ ابراہیم/۱

۵۴) نہج البلاغہ/خطبہ۱۴۷

۵۵) سورہ انعام/۱۵۵

۵۶) سورہ حشر/۷

۵۷) سورہ نحل/۸۹

۵۸) سورہ انبیاء/۱۰۷

۵۹) تحف العقول/ص۴۸۸

۶۰) سورہ نساء/۷۴

۶۱) موسوعۃ زیارات المعصومین/ ج۱/ص۱۴۲

۶۲) سورہ آل عمران/۱۳۸

۶۳) نہج البلاغہ/خطبہ۹۶

۶۴) سورہ ص/۲۹

۶۵) صحیفہ سجادیہ/ دعای دوم

۶۶) صحیفہ سجادیہ/ دعای۴۲

۶۷) صحیفہ سجادیہ/ دعای۴۲

۶۸) سورہ واقعہ/۷۷

۶۹) موسوعۃ زیارۃ المعصومین/ ج۱/ص۱۱۷

۷۰) کنز العمال/حدیث۴۵۴۰۹

۷۱) سورہ حاقہ/۵۱

۷۲) موسوعۃ زیارہ المعصومین/ ج۱/ص۹۵

۷۳) سروہ یونس/۵۷

۷۴) نہج البلاغہ/خطبہ۱۰۶

۷۵) سورہ حجر/۱

۷۶) سورہ حجر/۸۹

۷۷) سورہ حم سجدہ/۴۱

۷۸) نہج البلاغہ/خطبہ۵۶

۷۹) سورہ جن/۲

۷۹) نہج البلاغہ/خطبہ۱۹۵

۸۱) سورہ مائدہ/۴۸

۱-۸۱) نہج البلاغہ/خطبہ۶۳

۸۲) نہج الفصاحہ/حدیث۱۹۷۹

۸۳) بحار الانوار/ ج۹/ص۲۹۴

۸۴) کنز العمال/حدیث۲۴۰۰

۸۵) سورہ انفال/۳۳

۸۶) سورہ کہف/۱

۸۷) سورہ یس/۳۰۴

۸۸) سورہ طارق/۱۳

۸۹) نہج البلاغہ/خطبہ۲۷۹

۹۰) سورہ مائدہ/۶۷

۹۱) سورہ قمر/۱۷

۹۲) سورہ ھود/۱

۹۳) سورہ نساء/۹

۹۴) سورہ بنی اسرائیل/۱

۹۵) بحار الانوار/ ج۶۷/ص۶۸

۹۶) سورہ انفال/۲۴

۹۷) سورہ نساء/۸۰

۹۸) سورہ نجم/۳

۹۹) سورہ زخرف/۴۳

۱۰۰) سورہ قلم/۱۰۰

۱۰۱) سورہ صف/۶

۱۰۲) سورہ آل عمران/۱۴۴، سورہ فتح /۲۹، سورہ محمد/۲، سورہ احزاب/۴۰

۱۰۳) سورہ جن/۱۹

۱۰۴) سورہ احزاب/۴۰

۱۰۵) سورہ انبیاء/۱۰۷

۱۰۶) سورہ احزاب/ آیت ۴۵_۴۴

۱۰۷) سورہ قلم/آیت ۴

۱۰۸) سورہ آل عمران/آیت ۱۵۹

۱۰۹) سورہ اعراف/آیت ۱۵۷

۱۱۰) سورہ توبہ/ آیت ۳۳، سورہ فتح/آیت ۲۸، سورہ صف/آیت ۹

۱۱۱) سورہ سبأ/ آیت ۲۸

۱۱۲) سورہ جن/آیت ۱

۱۱۳) سورہ نساء/آیت ۲۸

۱۱۴) سورہ حجر/آیت ۹۵

۱۱۵) سورہ فرقان/آیت ۳۲

۱۱۶) سورہ ضحیٰ/آیت ۵

۱۱۷) سورہ انشراح/آیت ۱_۴

۱۱۸) سورہ کوثر/آیت ۱_۲

۱۱۹) سورہ زخرف/آیت ۴۴

۱۲۰) سورہ ابراہیم/آیت ۱

۱۲۱) سورہ توبہ/آیت ۱۰۳

۱۲۲) سورہ زمر/آیت ۱۴

۱۲۳) سورہ آل عمران/آیت ۱۵۹

۱۲۴) سورہ ھود/آیت ۱۱۲

۱۲۵) سورہ مائدہ/آیت ۴۲

۱۲۶) سورہ اعراف/آیت ۱۵۷

۱۲۷) سورہ طٰہٰ/آیت ۱۳۲

۱۲۸) سورہ شعراء/آیت ۲۱۴

۱۲۹) سورہ اعراف/آیت ۱۵۷

۱۳۰) سورہ حجر/آیت ۹۸

۱۳۱) سورہ انعام/آیت ۱۴

۱۳۲) سورہ بقرہ/آیت ۱۰۱

۱۳۳) سورہ صافات/آیت ۳۷

۱۳۴) سورہ جمعہ/آیت ۲

۱۳۵) سورہ حجر/آیت ۸۸

۱۳۶) سورہ احزاب/آیت ۴۸

۱۳۷) سورہ توبہ/آیت ۷۳

۱۳۸) سورہ اعراف/آیت ۲۰۵

۱۳۹) سورہ نحل/آیت ۱۲۵

۱۴۰) سورہ آل عمران/آیت ۱۵۹

۱۴۱) بحار الانوار/ ج_۱۶، ص_۲۱۷_ ۱۲۲

۱۴۲) بحار الانوار ج_۱۶، ص_۲۱۵

۱۴۳) سورہ توبہ/آیت ۱۲۸

۱۴۴) سورہ شعراء/آیت ۳

۱۴۵) سورہ ص/آیت ۸۶

۱۴۶) سورہ آل عمران/ آیت ۱۵۹، تفسیر نمونہ/ ج_۳، ص_۱۴۲

۱۴۷) احد کا واقعہ کتاب فروغ ابدیت، ج_۲، ص_۴۴۳، تفسیر نمونہ اس آیت کے ذیل میں سورہ آل عمران کا مطالعہ کیجئے۔

۱۴۸) سورہ کافرون/آیت_۶

۱۴۹) سورہ قلم/آیت_۹

۱۵۰) سورہ مزمل/آیت ۲_۳

۱۵۱) سورہ احزاب/آیت_۵۱

۱۵۲) سورہ نساء/آیت_۳

۱۵۳) سورہ احزاب/آیت_۲۸

۱۵۴) سورہ احزاب/آیت_۳۲

۱۵۵) سورہ نساء/آیت_۱۹

۱۵۶) وسائل الشیعہ/ ج_۱۴، ص

۱۵۷) سورہ تحریم/آیت ۲

۱۵۸) سورہ تحریم/آیت ۳

۱۵۹) سورہ تحریم/آیت ۴

۱۶۰) سورہ نحل/آیت ۵۸

۱۶۱) مستدرک الوسائل/ج_۲ ص_۶۱۴_۶۱۵

۱۶۲) وسائل الشیعہ/ ج_۱۵، ص _۱۰۱

۱۶۳) سیرہ حلبی/ ج_۳، ص_۶۸

۱۶۴) کافی/ ج_۶، ص_۴۸

۱۶۵) اخلاق نبوی بہ نقل از بحار الانوار/ ج ۳۰، ص_۲۸۵

۱۶۶) سنن النبی/ص_۵۳ و ۶۷

۱۶۷) بحار الانوار/ ج_۱۶، ص _۲۸۱

۱۶۸) سورہ احزاب/آیت ۵۳

۱۳۸) سورہ اعراف/آیت ۲۰۵

۱۳۹) سورہ نحل/آیت ۱۲۵

۱۴۰) سورہ آل عمران/آیت ۱۵۹

۱۴۱) بحارالانوار/ج۔۱۶، ص۔۲۱۷

۱۴۲) بحارالانوار ج۔۱۶، ص۔۲۱۵

۱۴۳) سورہ توبہ/آیت ۱۲۸

۱۴۴) سورہ شعراء/آیت ۳

۱۴۵) سورہ ص/آیت ۸۶

۱۴۶) سورہ آل عمران/ آیت ۱۵۹، تفسیر نمونہ/ج۔۳، ص۔۱۴۲

۱۴۷) احد کا واقعہ کتاب فروغ ابدیت، ج۔۲، ص۔۳۴۳، تفسیر نمونہ اس آیت کے ذیل میں سورہ آل عمران کا مطالعہ کیجئے۔

۱۴۸) سورہ کافرون/آیت۔۶

۱۴۹) سورہ قلم/آیت۔۹

۱۵۰) سورہ مزمل/آیت ۲۔۳

۱۵۱) سورہ احزاب/آیت۔۵۱

۱۵۲) سورہ نساء/آیت۔۳

۱۵۳) سورہ احزاب/آیت۔۲۸

۱۵۴) سورہ احزاب/آیت۔۳۲

۱۵۵) سورہ نساء/آیت۔۱۹

۱۵۶) وسائل الشیعہ/ ج۔۱۴، ص۔۱۲۲

۱۵۷) سورہ تحریم/آیت ۲

۱۵۸) سورہ تحریم/آیت ۳

۱۵۹) سورہ تحریم/آیت ۴

۱۶۰) سورہ نحل/آیت ۵۸

۱۶۱) مستدرک الوسائل/ج۔۲، ص۔۶۱۴۔۶۱۵

۱۶۲) وسائل الشیعہ/ج۔۱۵، ص۔۱۰۱

۱۶۳) سیرہ حلبی/ج۔۳، ص۔۶۸

۱۶۴) کافی/ج۔۶، ص۔۴۸

۱۶۵) اخلاق نبوی بہ نقل از بحار الانوار/ج۳۰، ص۔۲۸۵

۱۶۶) سنن النبی/ص۔۵۳و۶۷

۱۶۷) بحار الانوار/ ج۔۱۶، ص۔۲۸۱

۱۶۸) سورہ احزاب/آیت ۵۳

۱۶۹) اخلاق نبوی/ص۔۲۵

۱۷۰) سنن النبی/ص۔۵۳

۱۷۱) مکارم الاخلاق/ص۔۳۵۹

۱۷۲) سنن النبی/ص۔۴۲

۱۷۳) حیاۃ الحیوان/ج۔۲، ص۔۶۳

۱۷۴) بحار/ج۔۱۵، ص۔۳۳۵

۱۷۵) سیرہ نبوی، مصطفیٰ دلشاد از العمل وحقوق العامل فی الاسلام /۔۳۰۵

۱۷۶) سورہ طٰہٰ/آیت ۲

۱۷۷) سورہ بنی اسرائیل/آیت ۲۹

۱۷۸) سورہ اسراء/آیت ۱

۱۷۹) سورہ نجم/آیت ۱۰

۱۸۰) سورہ مزمل/آیت ۳۔۴

۱۸۱) سورہ بقرہ/آیت ۲۶۱

۱۸۲) سورہ سجدہ/آیت ۱۷

۱۸۳) سفینۃ البحار

۱۸۴) بحار الانوار/ ج۔۸۷، ص۔۱۴۵

۱۸۵) سورہ فجر/آیت ۴

۱۸۶) سورہ تکویر/آیت ۱۷

۱۸۷) سورہ مدثر/آیت ۳۳

۱۸۸) وسائل الشیعہ/ ج۔۵، ص۔۲۶۸

۱۸۹) اعلام الدین دیلمی/ص۔۲۶۳

۱۹۰) علل الشرائع/ص۔۳۶۳

۱۹۱) سورہ ابراہیم/آیت ۱۲

۱۹۲) سورہ مؤمن/آیت ۴۴

۱۹۳) سورہ کہف/آیت ۱۱۰

۱۹۴) سورہ یونس/آیت ۴۹

۱۹۵) سورہ اعراف/آیت ۱۸۷

۱۹۶) سورہ احقاف/آیت ۹

۱۹۷) سورہ آل عمران/ آیت ۱۳۳، سورہ حدید/آیت ۲۱

۱۹۸) تفسیر مجمع البیان

۱۹۹) امالی شیخ طوسی/ص۔۵۸۱

۲۰۰) سورہ حجر/آیت ۹۴

۲۰۱) شرح نہج البلاغہ/ ج۔۱۴، ص۔۵۴

۲۰۲) سورہ آل عمران/آیت ۶۴

١٦٩) اخلاق نبوی/ص۔٢٥

١٧٠) سنن النبی/ص۔٥٣

١٧١) مکارم الاخلاق/ص۔٣٥٩

١٧٢) سنن النبی/ص۔٤٢

١٧٣) حیاۃ الحیوان/ج۔٢، ص۔٦٣

١٧٤) بحار/ج۔١٥، ص۔٣٣٥

١٧٥) سیرہ نبویؐ مصطفیٰ دلشاد از العمل وحقوق العامل فی الاسلام /۔٣٠٥

١٧٦) سورہ طٰہٰ/آیت٢

١٧٧) سورہ بنی اسرائیل/آیت٢٩

١٧٨) سورہ اسراء/آیت١

١٧٩) سورہ نجم/آیت١٠

١٨٠) سورہ مزمل/آیت٣۔٤

١٨١) سورہ بقرہ/آیت٢٦١

١٨٢) سورہ سجدہ/آیت١٧

١٨٣) سفینۃ البحار

١٨٤) بحار الانوار/ج۔٨٧، ص۔١٤٥

١٨٥) سورہ فجر/آیت٤

١٨٦) سورہ تکویر/آیت١٧

١٨٧) سورہ مدثر/آیت٣٣

١٨٨) وسائل الشیعہ/ج۔٥، ص۔٢٦٨

١٨٩) اعلام الدین دیلمی/ص۔٢٦٣

١٩٠) علل الشرائع/ص۔٢٦٣

١٩١) سورہ ابراہیم/آیت١٢

١٩٢) سورہ مؤمن/آیت٤٤

١٩٣) سورہ کہف/آیت١١٠

١٩٤) سورہ یونس/آیت٤٩

١٩٥) سورہ اعراف/آیت١٨٧

١٩٦) سورہ احقاف/آیت٩

١٩٧) سورہ آل عمران/آیت ١٣٣، سورہ حدید/آیت٢١

١٩٨) تفسیر مجمع البیان

١٩٩) امالی شیخ طوسی/ص۔٥٨١

٢٠٠) سورہ حجر/آیت٩٤

٢٠١) شرح نہج البلاغہ/ج۔١٤، ص۔٥٤

٢٠٢) سورہ آل عمران/آیت٦٤

٢٠٣) محجۃ البیضاء/ج۔٣، ص۔٣١٩

٢٠٤) سورہ یونس/آیت٦٥

٢٠٥) سورہ بقرہ/آیت١٦٥

٢٠٦) بحار الانوار/ج۔٣٨، ص۔٣٣٥

٢٠٧) شرح ابن الحدید/ج۔١٤، ص۔٢١٤، بحار/ج۔٢٠، ص۔١٣١

٢٠٨) سورہ مؤمنون/آیت١٠١

٢٠٩) سورہ حجر/آیت٤٧

٢١٠) سورہ نساء/آیت١٧٦

٢١١) بحار الانوار/ج۔٤٧، ص۔١٦٧

٢١٢) سورہ زخرف/آیت٦٧

٢١٣) بحار الانوار/ج۔٧٨، ص۔٧١

٢١٤) کافی/ج۔٢، ص۔١٣٣

٢١٥) بحار الانوار/ج۔٤٧، ص۔٢٣٦

٢١٦) تفسیر نمونہ، ذیل آیہ

٢١٧) سورہ انفال/آیت٦٥

٢١٨) سورہ انفال/آیت٦١

٢١٩) سورہ نساء/آیت٥٨

٢٢٠) مسند احمد حنبل/ج۔٣، ص۔٢١٢، ٢٨٣، تفسیر المنار طبری وابن کثیر والغدیر/ج۔٦، ص۔٣٣٨

٢٢١) سورہ مریم/آیت٩٦

٢٢٢) امالی شیخ طوسی/ج۔٦، ص۔١٣٩

٢٢٣) بحار الانوار/ج۔٧٨، ص۔١٩٢

٢٢٤) نہج البلاغہ/حکمت٣٧

٢٢٥) سورہ آل عمران/آیت١٥٩

٢٢٦) سورہ نساء/آیت١٠٧

٢٢٧) سورہ توبہ/آیت١٢٨

٢٢٨) سورہ شعراء/آیت٣، سورہ کہف/آیت٦

٢٢٩) مستدرک الوسائل/ج۔٩، ص۔٥٥

٢٣٠) بحار الانوار/ج۔٢، ص۔٨٨

۲۰۳) سنن کبریٰ بیہقی ج۔۲ ص۔۳۹
۲۰۴) سورہ یونس/ آیت ۶۵
۲۰۵) سورہ بقرہ/ آیت ۱۶۵
۲۰۶) بحار الانوار ج۔۲۹ ص ۳۴۵
۲۰۷) شرح ابن ابی الحدید ج۔۱۳ ص۔۲۶۳ بحار ج۔۲۰ ص۔۱۳۱
۲۰۸) سورہ مؤمنون/ آیت ۱۰۱
۲۰۹) سورہ حجر/ آیت ۴۷
۲۱۰) سورہ نساء/ آیت ۱۷۶
۲۱۱) بحار الانوار ج۔۴۳ ص ۱۶۷
۲۱۲) سورہ زخرف/ آیت ۶۷
۲۱۳) بحار الانوار ج۔۷۸ ص ۷۱
۲۱۴) کافی/ ج۔۲، ص۔۱۳۳
۲۱۵) بحار الانوار ج۔۴۳ ص ۲۳۶
۲۱۶) تفسیر نمونہ ذیل آیہ
۲۱۷) سورہ انفال/ آیت ۶۵
۲۱۸) سورہ انفال/ آیت ۶۱
۲۱۹) سورہ نساء/ آیت ۵۹
۲۲۰) مسند احمد حنبل/ ج۔۲ ص ۔۳۲۲، ۳۲۳، ۳۴۳ تفسیر ابن جریر طبری، ابن کثیر و فتح القدیر ج۔۶ ص۔۳۳۶
۲۲۱) سورہ مریم/ آیت ۹۶
۲۲۲) امالی شیخ طوسی/ ج۔۶ ص ۱۳۹
۲۲۳) بحار الانوار/ ج۔۷۸ ص ۱۹۲
۲۲۴) نہج البلاغہ حکمت ۷۳
۲۲۵) سورہ آل عمران/ آیت ۱۵۹
۲۲۶) سورہ نساء/ آیت ۱۰۷
۲۲۷) سورہ توبہ/ آیت ۱۲۸
۲۲۸) سورہ شعراء/ آیت ۳، سورہ کہف/ آیت ۶
۲۲۹) مستدرک الوسائل/ ج۔۹، ص۔۵۵
۲۳۰) بحار الانوار/ ج۔۲، ص ۸۸

۲۳۱) سورہ آل عمران آیت ۹۷
۲۳۲) کافی/ ج۔۵ ص۔۳۳۔۳۶
بمطابق میزان الحکمۃ
۲۳۳) سورہ انفال/ آیت ۶۰
۲۳۴) سورہ الدہر/ آیت ۸
۲۳۵) میزان الحکمۃ
۲۳۶) سورہ انفال/ آیت ۶۱
۲۳۷) سورہ آل عمران/ آیت ۶۳
۲۳۸) سورہ انعام/ آیت ۶۷
۲۳۹) سورہ توبہ/ آیت ۶۱
۲۴۰) سورہ توبہ/ آیت ۸۴
۲۴۱) سورہ توبہ/ آیت ۱۱۳
۲۴۲) سورہ احزاب/ آیت ۴۸
۲۴۳) سورہ نحل/ آیت ۱۲۷
۲۴۴) سورہ یٰس/ آیت ۷۶
۲۴۵) سورہ ق/ آیت ۳۹
۲۴۶) کافی/ ج۔۲، ص۔۵
۲۴۷) سورہ توبہ/ آیت ۶۱
۲۴۸) سورہ انفال/ آیت ۵۷
۲۴۹) سورہ انفال/ آیت ۵۸
۲۵۰) بحار الانوار [illegible]
۲۵۱) سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۳۔۷۵
۲۵۲) سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۵
۲۵۳) سورہ بقرہ/ آیت ۴۴
۲۵۴) سورہ قلم/ آیت ۹
۲۵۵) سورہ احزاب/ آیت ۴۸
۲۵۶) سورہ توبہ/ آیت ۴۹
۲۵۷) سورہ یوسف/ آیت ۳
۲۵۸) سورہ مجادلہ/ آیت ۱۲
۲۵۹) سورہ بقرہ/ آیت ۲۰۴
۲۶۰) سورہ توبہ/ آیت ۵۳
۲۶۱) سورہ توبہ/ آیت ۱۰۶
۲۶۲) سورہ توبہ/ آیت ۷۳
۲۶۳) سورہ توبہ/ آیت ۶
۲۶۴) سورہ انفال/ آیت ۳۳
۲۶۵) سورہ فتح/ آیت ۲۹
۲۶۶) سورہ یونس/ آیت ۱۰۹

۲۰۳) نہج البلاغہ/ ج۔۳' ص۔۳۶۹

۲۰۴) سورہ یونس/ آیت ۶۵

۲۰۵) سورہ بقرہ/ آیت ۱۶۵

۲۰۶) بحار الانوار/ ج۔۳۸' ص ۔۳۳۵

۲۰۷) شرح ابن الحدید/ ج۔۱۴' ص۔۲۱۴' بحار/ ج۔۲۰' ص۔۱۲۱۔۱۳۹

۲۰۸) سورہ مؤمنون/ آیت ۱۰۱

۲۰۹) سورہ حجر/ آیت ۴۷ ۔۱۹۲

۲۱۰) سورہ نساء/ آیت ۱۷۶

۲۱۱) بحار الانوار/ ج۔۴۷' ص ۔۱۶۷

۲۱۲) سورہ زخرف/ آیت ۶۷

۲۱۳) بحار الانوار/ ج۔۷۸' ص ۔۷۱

۲۱۴) کافی/ ج۔۲' ص۔۱۳۳

۲۱۵) بحار الانوار/ ج۔۴۷' ص ۔۲۳۶

۲۱۶) تفسیر نمونہ' ذیل آیہ

۲۱۷) سورہ انفال/ آیت ۶۵

۲۱۸) سورہ انفال/ آیت ۶۱

۲۱۹) سورہ نساء/ آیت ۵۸

۲۲۰) مسند احمد حنبل/ ج۔۳' ص ۔۲۱۲و۲۸۳' تفسیر المنار' طبری وابن کثیر والغدیر/ ج۔۶' ص۔۳۳۸

۲۲۱) سورہ مریم/ آیت ۹۶

۲۲۲) امالی شیخ طوسی/ ج۔۶' ص

۲۲۳) بحار الانوار/ ج۸' ص

۲۲۴) نہج البلاغہ/ حکمت ۷۳

۲۲۵) سورہ آل عمران/ آیت ۱۵۹

۲۲۶) سورہ نساء/ آیت ۱۰۷

۲۲۷) سورہ توبہ/ آیت ۱۲۸

۲۲۸) سورہ شعراء/ آیت ۳' سورہ کہف/ آیت ۶

۲۲۹) مستدرک الوسائل/ ج۔۹' ص۔۵۵

۲۳۰) بحار الانوار/ ج۔۲' ص ۔۸۸

۲۳۱) سورہ آل عمران/ آیت ۷۹

۲۳۲) کافی/ ج۔۵' ص۔۴۴

بمطابق میزان الحکمۃ

۲۳۳) سورہ انفال/ آیت ۷۰

۲۳۴) سورہ الدھر/ آیت ۸

۲۳۵) میزان الحکمۃ

۲۳۶) سورہ انفال/ آیت ۶۱

۲۳۷) سورہ آل عمران/ آیت ۶۳

۲۳۸) سورہ انعام/ آیت ۶۷

۲۳۹) سورہ توبہ/ آیت ۶۱

۲۴۰) سورہ توبہ/ آیت ۸۴

۲۴۱) سورہ توبہ/ آیت ۱۱۳

۲۴۲) سورہ احزاب، آیت ۴۸

۲۴۳) سورہ نحل/ آیت ۱۲۷

۲۴۴) سورہ یٰس/ آیت ۷۶

۲۴۵) سورہ ق/ آیت ۳۹

۲۴۶) کافی/ ج۔۲' ص۔۵

۲۴۷) سورہ توبہ/ آیت ۶۱

۲۴۸) سورہ انفال/ آیت ۵۷

۲۴۹) سورہ انفال/ آیت ۵۸

۲۵۰) بحار الانوار/ ج۔۱۶' ص ۔۲۱۶

۲۵۱) سورہ بنی اسرائیل/ آیت ۷۳۔۷۵

۲۵۲) سورہ بنی اسرائیل/ آیت ۷۵

۲۵۳) سورہ بقرہ/ آیت ۱۲۰

۲۵۴) سورہ قلم/ آیت ۹

۲۵۵) سورہ احزاب/ آیت ۴۸

۲۵۶) سورہ توبہ/ آیت ۴۸

۲۵۷) سورہ یوسف/ آیت ۱۴

۲۵۸) سورہ مجادلہ/ آیت ۱۶

۲۵۹) سورہ بقرہ/ آیت ۲۰۴

۲۶۰) سورہ توبہ/ آیت ۵۴

۲۶۱) سورہ توبہ/ آیت ۱۰۶

۲۶۲) سورہ توبہ/ آیت ۷۳

۲۶۳) سورہ توبہ/ آیت ۶

۲۶۴) سورہ انفال/ آیت ۳۳

۲۶۵) سورہ فتح/ آیت ۲۹

۲۶۶) سورہ یونس/ آیت ۱۰۹

۲۳۱) سورہ آل عمران/آیت ۷۹

۲۳۲) کافی/ ج۔۵، ص۔۳۴

بمطابق میزان الحکمۃ

۲۳۳) سورہ انفال/آیت ۷۰

۲۳۴) سورہ الدھر/آیت ۸

۲۳۵) میزان الحکمۃ

۲۳۶) سورہ انفال/آیت ۶۱

۲۳۷) سورہ آل عمران/آیت ۶۳

۲۳۸) سورہ انعام/آیت ۶۷

۲۳۹) سورہ توبہ/آیت ۶۱

۲۴۰) سورہ توبہ/آیت ۸۴

۲۴۱) سورہ توبہ/آیت ۱۱۳

۲۴۲) سورہ احزاب، آیت ۴۸

۲۴۳) سورہ نحل/آیت ۱۲۷

۲۴۴) سورہ یٰس/آیت ۷۶

۲۴۵) سورہ ق/آیت ۳۹

۲۴۶) کافی/ج۔۲، ص۔۵

۲۴۷) سورہ توبہ/آیت ۶۱

۲۴۸) سورہ انفال/آیت ۵۷

۲۴۹) سورہ انفال/آیت ۵۸

۲۵۰) بحار الانوار/ ج۔۱۶ ص ۔۲۱۶

۲۵۱) سورہ بنی اسرائیل/آیت ۷۳۔۷۵

۲۵۲) سورہ بنی اسرائیل/آیت ۷۵

۲۵۳) سورہ بقرہ/آیت ۱۲۰

۲۵۴) سورہ قلم/آیت ۹

۲۵۵) سورہ احزاب/آیت ۴۸

۲۵۶) سورہ توبہ/آیت ۴۸

۲۵۷) سورہ یوسف/آیت ۱۴

۲۵۸) سورہ مجادلہ/آیت ۱۶

۲۵۹) سورہ بقرہ/آیت ۲۰۴

۲۶۰) سورہ توبہ/آیت ۵۴

۲۶۱) سورہ توبہ/آیت ۱۰۶

۲۶۲) سورہ توبہ/آیت ۷۳

۲۶۳) سورہ توبہ/آیت ۶

۲۶۴) سورہ انفال/آیت ۳۳

۲۶۵) سورہ فتح/آیت ۲۹

۲۶۶) سورہ یونس/آیت ۱۰۹

۲۶۷) سورہ ھود/آیت ۱۱۵

۲۶۸) سورہ احقاف/آیت ۳۵

۲۶۹) سورہ مدثر/آیت ۷

۲۷۰) سورہ قلم/آیت ۴۸

۲۷۱) سورہ مومن/آیت ۷۷

۲۷۲) سورہ ص/آیت ۱۷، سورہ مزمل/آیت ۱۰

۲۷۳) سورہ ق/آیت ۳۹، سورہ طٰہٰ/آیت ۱۳۰

۲۷۴) سورہ فتح/آیت ۲۸

۲۷۵) سورہ توبہ/آیت ۳۳

۲۷۶) سورہ حجر/آیت ۹

۲۷۷) سورہ توبہ/آیت ۳۲

۲۷۸) سورہ انفال/آیت ۱۸

۲۷۹) سورہ حجر/آیت ۹۵

۲۸۰) سورہ انبیاء/آیت ۱۰۵

۲۸۱) سورہ توبہ/آیت ۵۵

۲۸۲) سورہ صافات/آیت ۱۷۱۔۱۷۳

۲۸۳) سورہ مائدہ/آیت ۴۱

۲۸۴) سورہ مائدہ/آیت ۱۰۰

۲۸۵) سورہ انعام/آیت ۳۴

۲۸۶) سورہ یونس/آیت ۴۱

۲۸۷) سورہ توبہ/آیت ۱۲۹

۲۸۸) سورہ توبہ/آیت ۵۵ اور ۸۵

۲۸۹) سورہ توبہ/آیت ۵۵ اور ۸۵

۲۹۰) سورہ رعد/آیت ۳۲

۲۹۱) سورہ رعد/آیت ۴۳

۲۹۲) سورہ بقرہ/آیت ۲۳

۲۹۳) سورہ نحل/آیت ۱۲۷، سورہ مجادلہ/آیت ۱۰

۲۹۴) سورہ لقمان/آیت ۲۳

۲۹۵) سورہ انعام/آیت ۸۹

۲۹۶) سورہ حجر/آیت ۹

۲۹۷) نہج البلاغۃ/حکمت ۸۸

۲۹۸) بحار الانوار/ج۔۴۱ ص۔۲۳۷

۲۹۹) سورہ آل عمران/آیات ۱۹۰۔۱۹۵

(سیرت از قرآن مجید)

۳۰۰) سورہ زخرف/ آیت ۵۱

۳۰۱) سورہ تحریم/ آیت ۱۱

۳۰۲) سورہ حشر/ آیت ۷

۳۰۳) سورہ نساء/ آیت ۶۵

۳۰۴) سورہ احزاب/ آیت ۵۶

۳۰۵) تفسیر کشاف

۳۰۶) تفسیر کشاف

۳۰۷) سورہ انعام/ آیت ۱۹

۳۰۸) سورہ سبأ / آیت ۲۸

۳۰۹) سورہ اعراف/ آیت ۱۵۸

۳۱۰) سورہ توبہ/ آیت ۳۳، سورہ فتح/ آیت ۲۸، سورہ صف/ آیت ۹

۳۱۱) امالی شیخ طوسی/ ص۔ ۴۸۴

۳۱۲) ان خطوط کی تفصیل کتاب مکاتیب الرسول از آیت اللہ احمدی میانجی ج۔۲ میں موجود ہے

۳۱۳) فروغ ابدیت/ ج۔۲/ ص ۶۰۹۔

۳۱۴) سورہ شعراء/ آیت ۲۱۴

۳۱۵) سورہ انعام/ آیت ۹۲

۳۱۶) سورہ مدثر/ آیت ۴

۳۱۷) سورہ بقرہ/ آیت ۸۹